www.KitaboSunnat.com
گناہوں کی دلدل میں
گناہوں کے سمندر میں ڈوبنے کے بعد ہدایت پانیوالوں کی ایمان افروز داستانیں
تالیف:
خالد ابو صالح
اردو قالب:
حافظ محمد عباس انجم گوندلوی
دار الابلاغ
DARULIBLAGH

گناہوں کی دلدل میں

گناہوں کے سمندر میں ڈوبنے کے بعد
ہدایت پانیوالوں کی ایمان افروز داستانیں

کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

گناہوں کی دلدل میں

تالیف: .... خالد ابو صالح
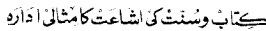
اردو قالب: .... حافظ محمد عباس انجم گوندلوی

اشاعت .... فروری 2011ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

- لاہور۔ دار الاندلس 37230549 ۔ دار السلام شوروم 37232400 ۔ مکتبہ قدوسیہ 37230585 ۔ مکتبہ سلفیہ 37237184 ۔ کتاب سرائے 37320318 ۔
اسلامی اکیڈمی 37357587 ۔ نعمانی کتب خانہ 37321865 ۔ مکتبہ رحمانیہ 37224228 ۔ مکتبہ دار الھدی 37639557 ۔ البلاغ 35717842 ۔
- راولپنڈی۔ تجلیات طیبہ کشمیری بازار۔ 5535168 ۔ دار الفکر اسلامی 0321-5216287 - اسلام آباد۔ المسعود اسلامک بکس 2261356 ۔ البلاغ 2281420 ۔
دار السلام شوروم 0321-5370378 ۔ - کراچی۔ فضلی سنز 32212991 ۔ مکتبہ دار القرآن، 021-32211998 علمی کتب خانہ اردو بازار 32628939 ۔
- فیصل آباد۔ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، 631204 ۔ مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار 041-2629292، 0300-6628021
- پشاور۔ معراج کتب خانہ 214720 ۔ - حیدر آباد۔ مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264
- سیالکوٹ۔ مکتبہ رحمانیہ، ناصر روڈ سیالکوٹ 052-4591911 مکتبہ الاذان 0332-8787866

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-37361428, 0300-4453358

گناہوں کی دلدل میں

گناہوں کے سمندر میں ڈوبنے کے بعد ہدایت پانیوالوں کی ایمان افروز داستانیں

تالیف:

خالد ابو صالح

اردو قالب:

حافظ محمد عباس انجم گوندلوی

DARULIBLAGH

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان

فون: 4453358 -0300
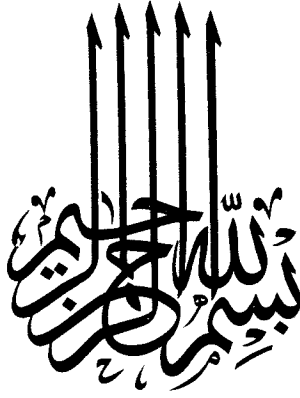
اللہ
کے نام سے شروع کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے
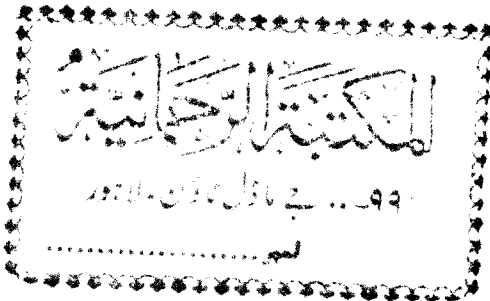
فہرست

- حرفِ تمنا: آخر کار میں ہدایت پا گیا ۷
- پیش لفظ ۹
- برائی سے نفرت دلانے والی پانچ عادات ۱۲
- ایک غیور بیٹی نے خاندان کی کایا پلٹ دی ۱۵
- میرا فتنہ پرور حسن اس ''فرشتے'' کو متاثر نہ کرسکا ۱۲
- قرآن کا نور میرے دل میں ٹھنڈک بن کر اتر گیا ۲۴
- ایک دور اندیش نوجوان کا ایمان افروز واقعہ ۲۷
- ماں کے نافرمان کی توبہ ۲۸
- سورۂ ق نے دوشیزہ کی زندگی بدل دی ۳۲
- اسلاف کے کارناموں سے متاثر ہونے والا ایک جوانِ رعنا ۳۶
- ایک دوشیزہ کے ساتھ عجب مکالمہ ۴۱
- بیٹی سے نفرت کرنے والے کی توبہ ۴۶
- بے پردگی سے توبہ ۵۱
- باپ کو زدوکوب کرنے والے کی توبہ ۵۴
- عیسائی کے ہاتھوں ایک جوان کی توبہ ۵۸
- ایک فوجی کی توبہ ۶۰
- حسین ترین لباس جس نے میری زندگی بدل دی ۶۸
- والدہ کی ممتا اور ایک نوجوان کی توبہ ۷۱
- ایک مبارک تھپڑ جو میری زندگی بدل گیا! ۷۵

❀ نماز کا تارک جب شاہراہِ ایمان پر گامزن ہوا! ۸۰
❀ حیاء باختہ ماڈرن دوشیزہ حیاء کے گلستانوں میں ۸۲
❀ ایک دہشت ناک خواب نے میری نیندیں اڑا دیں ۸۵
❀ میں ۷۰ سال تک اسلام سے کیوں بیزار رہی؟ ۸۸
❀ وہ اپنی محبوبہ کو ملنے جا رہا تھا کہ ہدایت مل گئی! ۹۳
❀ بوائے فرینڈ شپ کی رسیا پر توبہ کے دروازے کھلتے ہیں ۹۶
❀ حسن کا جادو جگانے والی ایک حسینہ کے آنسو ۹۹
❀ ریاضی دان جب شریعت دان بن گیا ۱۰۳
❀ شراب خانہ خراب کہاں تک لے گئی ۱۰۸
❀ نیک سہیلی باعث رحمت بن گئی ۱۱۴
❀ خوبصورت آواز کا جادو ۱۱۶
❀ اگر موت آ جائے اور سگریٹ میرے منہ میں ہو تو ۱۱۷
❀ گرلز ہاسٹل میں توبہ کے دروازے کھلتے ہیں ۱۲۱
❀ ہیجڑا بننے کے خواہشمند کی زندگی میں انقلاب ۱۲۵
❀ شوبز اور گلوکاری کی دیوانی لڑکی نے جب تمام آڈیو کیسٹیں چکنا چور کر دیں ۱۲۸
❀ ...... پھر میں نے لڑکیوں کو چھیڑنا چھوڑ دیا ۱۳۰
❀ ٹیلی فون پر زبان کے زنا کی شکار ایک مسلمان دوشیزہ کے حسرت آمیز آنسو ۱۳۳
❀ ایک لڑکی نے جب مجھے مسجد میں پہنچا دیا ۱۳۷
❀ آئیڈیل کی تلاش میں ارمانوں کا خون ۱۴۰

❀❀❀

حرف تمنا

آخرکار میں ہدایت پا گیا

بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں کہ جن کو مرنے سے قبل توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ گناہوں بھری زندگی سے تائب ہوکر ہدایت کی روشن شاہراہ پر سفر کرتے ہیں، پھر شیطان لعین اور انسان نما شیاطین کے حملوں سے بچ کر باقی زندگی گزارتے ہیں۔ اور یوں اللہ کریم کو خوش کرنے کے بعد جنتوں کے حقدار بن جاتے ہیں۔

گمراہیوں اور سرکشیوں کے راستوں پر سرپٹ دوڑنے والوں کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر خوش نصیبی سے کوئی ایسا دھچکا یا دھکا ضرور لگتا ہے جو کہ ان کے سوچ وفکر اور عمل کے دھاروں کو یکسر بدل کر رکھ دیتا ہے، اور ان کو ایک نئی روشن تابناک زندگی گزارنے پر مجبور کردیتا ہے۔ اپنی سابقہ بدکاریوں، سیاہ کاریوں اور مکاریوں، اللہ کریم کی سرکشیوں بغاوتوں بھری زندگی کو ترک کر کے نئی تابناک زندگی گزارنے پر مجبور کرتا ہے...... ایسا صرف ان کے ساتھ ہوتا ہے کہ جن پر اللہ کریم کی خاص طور پر رحمت ہوتی ہے۔

تاریک زندگیوں کو تابناک اور پرنور لمحات میں بدلنے والے یہ ''مبارک لمحات'' ہی اس کتاب میں بیان کیئے گئے ہیں۔ اس میں ان لوگوں کی زندگیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نافرمانی کی بنا پر جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ وہ مسلسل نافرمانی اور سیاہ کاری کی بنا پر جہنم کے کناروں تک پہنچ چکے تھے، اور ان سے کوئی ایسا اچھا عمل سرزد ہوگیا کہ رحمت ایزدی جوش میں آ گئی، ان کی ادا رب کریم کو پسند آ گئی اور اس نے اپنی رحمت سے ان کی زندگی میں ایک خاموش عظیم انقلاب کے ذرائع پیدا کردیے۔ یہ روشن اور ایمان افروز، روح پرور اور دلوں کو تڑپا دینے والی داستانیں ہمیں یہ سوچنے پر مجبور

کررہی ہیں کہ ہم کس طرح زندگی گزار رہے ہیں...... اور ہمیں کس طرح زندگی گزارنی چاہیئے؟ کہ جس سے معاشرہ بھی ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھے، دنیا بھی ہر اعتبار سے کامیاب ہو، آخرت میں جہنم سے نجات مل جائے، اللہ کی رضا و خوشنودی کا پروانہ مل جائے۔

آپ ان دلسوز داستانوں کو پڑھیں اور اپنی زندگیوں میں فکری اور عملی انقلاب برپا کریں۔ اللہ کریم کی توفیق سے جب آپ تبدیل ہو جائیں گے تو پھر آپ کے ماتحت وہ لوگ جن کی سرکشی بغاوت و نافرمانی کی آپ اکثر شکایت کرتے رہتے ہیں، آپ کی زندگی کے عملی نمونہ کو دیکھ کر خود بخود راہ راست پر آ جائیں گے۔ اپنی زندگیوں میں مثبت انقلاب انگیز تبدیلی چاہنے والے اس کتاب کو پڑھیں اور اللہ کریم کی نافرمانی و بغاوت سے بچ جائیں۔ یہ کتاب یقیناً ان لوگوں کے لئے تحفہ خاص ہے جو اس پُرفتن دور میں برائیوں کی دلدل میں پھنس کر سوچنے سمجھنے کی قوت سے عاری و خالی ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب گناہوں کے سمندر میں ڈوبنے کے بعد ہدایت پا کر ایمان کے ساحلوں پر زندہ پہنچ جانے والوں کی ایمان افروز داستانوں پر مشتمل ہے۔ یہ داستانیں جنت چاہنے اور گناہوں سے بچنے کے خواہش مندوں کے لیے ایک تحفہ ہے۔

اللہ کریم اس کتاب کو ہماری زندگیوں میں تبدیلی کا ذریعہ بنا کر ہمیں اپنا فرمانبردار اور جنت کا حقدار بنائے۔ آمین

خادمِ کتاب و سنت

محمد طاہر نقاش

۲۶ اکتوبر ۲۰۱۰ء

لاہور

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ـ

وبعد!

تمام تعریفات کے لائق اللہ وحدہ لاشریک کی ذات ہے۔ اور درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ، آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر۔ یہ ہمارے وہ نبی ہیں کہ جن کے بعد کوئی نبی نہیں، حمد وصلاۃ کے بعد:

اس کے باوجود کہ یہ امت ضعف وانحطاط، کجروی اور انحراف کا شکار ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے دور ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیشہ اس میں خیر کا پہلو غالب رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ (ان شاء اللہ) توبہ کرنے والوں کے قافلے اور نیکی کی طرف لوٹنے والوں کی فوجیں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی لوگ ہدایت سے ہمکنار ہو رہے ہیں، خوش نصیب لوگ ہر طرح سے دین کی مخالفت اور ہر معصیّت اور نافرمانی کا تجربہ کرنے کے بعد، پھر بھی آخر کار توبہ کی جانب لپکتے ہیں۔

یہ لوگ نافرمان ضرور تھے لیکن ایمان کا بیج ان کے دلوں میں بالکل خشک نہیں ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہدایت واستقامت کی کھیتی پہلی مرتبہ سیرابی سے ہی اگنے اور پھلنے پھولنے لگی اور جلد ہی لہلہانے لگی۔ ان توبہ کرنے والوں کی پکار کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا اور فرمایا:

﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (النور : ۳۱/۲۴)

''اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو، اے ایمان والو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہدایت اور توبہ کے راستے کو

اپناتے ہیں یقیناً وہ ہی کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے ضلالت، بے راہ روی، حرام مال کھانے کی عادت اور حرام کاریوں کو خیر باد کہا، اپنی شہرت کی قربانی دی ہے اور ان کے نزدیک جو قابل رشک معاشرہ تھا، اس کا بائیکاٹ کیا۔ یہاں تک ہی بس نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے اپنے عہد و منصب کی قربانی دی، اپنی من پسند تجارت چھوڑی، اپنی عیش و بہار کا مرکز چھوڑا، تو یہ ان ہی لوگوں کی کامیابی کی ضمانت ہے کہ یہ سب کچھ انھوں نے محض اللہ کے قرب اور اس کی رضا جوئیوں کے لیے کیا۔

توبہ کرنے والوں کے واقعات تمام لوگوں کے لیے چاہے وہ نافرمان ہوں یا فرمانبردار، سب کے لیے یکساں اثر رکھتے ہیں۔ ان واقعات سے فرمانبرداروں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور انھیں اس سے اطمینان ہوتا ہے، کہ ہم حق اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں اور جو گمراہی کو اپنائے ہوتے ہیں، وہ اس پر پشیمان ہوتے ہیں کہ جس راہ پر ہم چل رہے تھے وہ سعادت کی نہیں بلکہ شقاوت و بدبختی کی راہ ہے۔

نافرمانوں کے دلوں میں ان توبہ کرنے والوں کے واقعات سننے کے بعد اصلاح کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کا نفس جو کہ برائی پر ملامت کرنے والا ہے، وہ انھیں تائب ہونے والوں کی راہ پر گامزن ہونے اور ان کی راہ کو لازم پکڑنے پر ترغیب دیتا ہے۔ اور پھر یوں دل خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا ہے۔ اور یوں اس کا نام توبہ کرنے والوں کے دفتر میں شامل ہو جاتا ہے۔

اگر ان دلوں میں ارادہ و عزیمت نہ ہو تب بھی ان کا ملامت کرنے والا نفس، انھیں ملامت کرتا رہتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے، یہاں تک کہ رحمت الٰہی انھیں پا لیتی ہے۔ اور یہ یا تو ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں یا پھر اسی ضلالت کی حالت اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور کسمپرسی کی حالت میں مر جاتے ہیں، اللہ کی پناہ ایسی موت سے۔

ہمارے پیارے بھائیو!

ہم نے آپ کے لیے اس مختصر سے کتابچہ میں توبہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والیوں

کے سبق آموز سچے واقعات کو منتخب کیا ہے، تا کہ ان سے عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ اور ہم بھی ان توبہ کرنے والوں کی لڑی میں پروئے جائیں۔ اور ہم اپنی توبہ کے ذریعے اپنی دنیا اور آخرت خوشگوار بنا سکیں۔ ایک دن آنے والا ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنٌ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾

(الشعراء: ۸۸/۸۹)

''یہ وہ دن ہے جس میں مال اور بیٹے نفع نہ دیں گے مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم (دنیا سے نیک اعمال کی صورت میں کما کر) لائے گا۔''

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التماس کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو توبہ اور ہدایت کی راہ کی توفیق سے نوازے۔ اور ہمارے جو بھائی گناہوں و نافرمانیوں والی زندگی سے تائب ہوئے ہیں ان کی توبہ قبول فرمائے، اور وہ ہر ایک گناہ کرنے والے اور نافرمان کی توبہ قبول کرے۔ بے شک وہی والی اور اس پر قادر ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

الراقم

ابو صالح

خالد بن مصطفیٰ سالم ریاض

برائی سے نفرت دلانے والی پانچ عادات

ایک آدمی ابراہیم بن ادہم کے پاس آیا اور کہا: اے ''ابو اسحاق! (یہ ابراہیم کی کنیت تھی۔) میں نے اپنی جان پر بہت زیادتی کی ہے، میرے سامنے ایسی چیز پیش کریں جو میرے لیے زجر و توبیخ کا باعث ہو، اور میرے دل کو تباہی سے بچانے والی ہو۔ ابراہیم نے کہا: اگر تم پانچ عادات اور خصلتیں اپنا لو اور ہر وقت مقدور بھر انھیں سامنے رکھو تو کوئی بھی نافرمانی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور گناہ کی ہر لذت ختم ہو جائے گی۔ اس نے کہا: اے ابو اسحاق! انھیں جلدی بیان کرو۔ ابو اسحاق کہنے لگے:

① ''یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارادہ کرو تو اس کا رزق نہ کھاؤ۔'' اس آدمی نے کہا کہ پھر میں کہاں سے کھاؤں؟ روئے زمین کا تمام رزق تو اسی کا ہے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا یہ کوئی اچھی بات ہے کہ رزق بھی اسی کا کھاؤ اور نافرمانی بھی اسی کی کرو۔ تو اس آدمی نے کہا: نہیں، یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔''

② پھر کہنے لگا: دوسری بات بتاؤ وہ کیا ہے؟ تو ابراہیم نے کہا:
''اگر تم اس کی معصیت کرنا چاہو تو اس کے شہروں سے نکل جاؤ، ان میں نہ رہو۔''
اس آدمی نے کہا: یہ تو پہلی بات سے بھی زیادہ بڑی اور مشکل بات ہے۔ اور جناب یہ کیسے ممکن ہے کہ مشرق، مغرب اور ان کے درمیان ہر چیز تو اسی اللہ کی ہے۔''
پھر میں کہاں رہوں!!؟
ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم رزق اس کا کھاؤ، اس کی زمین پر بسیرا

کرو اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرو۔‘‘ اس آدمی نے کہا: نہیں، یہ تو بری بات ہے۔

③ پھر کہنے لگا: تیسری خصلت بتاؤ! ابراہیم نے کہا:

’’جب تم اس اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرو جبکہ تم اس کے رزق کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہو، اس کی سرزمین پر بستے ہو، تو ایسی جگہ تلاش کرو جہاں وہ تمہیں دیکھ نہ رہا ہو، وہاں جاکر نافرمانی کرو۔‘‘ اس آدمی نے کہا: اے ابراہیم! یہ کیسے ہوسکتا ہے!!؟ وہ تو تمام مخفی و راز کی باتوں پر مطلع ہے۔ وہ ہمیں ہر وقت ہر جگہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ابراہیم نے کہا: ’’اے اللہ کے بندے! کیا یہ اچھا کام ہے کہ رزق تم اس کا کھاؤ، اس کے شہروں میں رہو جبکہ وہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے اور جو تم ظاہر یا پوشیدہ کر رہے ہو اسے بھی دیکھ رہا ہے۔ تم یہ سب جانتے ہوئے پھر بھی اس کی نافرمانی کرتے رہو۔ اس آدمی نے کہا: واقعی یہ تو اچھا کام نہیں ہے۔

④ پھر کہنے لگا: اب چوتھی بات بتائیں وہ کیا ہے؟ تو ابراہیم نے کہا:

’’وہ یہ ہے کہ جب ملک الموت آئے اور تمہاری روح قبض کرنا چاہے تو اسے کہنا: مجھے سچی اور پکی توبہ کرنے تک مہلت دے دے، تاکہ میں نیک اعمال کرسکوں۔‘‘ اس آدمی نے یہ سن کر کہا: یہ مطالبہ تو وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ ابراہیم نے کہا: ’’اے اللہ کے بندے! جب تم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ توبہ کی غرض سے موت کو خود سے دور (لیٹ) کرسکو، اور تم خوب جانتے ہو جب وہ (موت) آجائے تو کسی طرح بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ تو تم اس سے خلاصی کیسے پا سکتے ہو؟ تم ہرگز اس سے بچ نہیں سکتے۔‘‘

⑤ اس آدمی نے کہا: پانچویں عادت کیا ہے؟ وہ بھی بتا دیں۔ ابراہیم نے کہا: ’’جب روز قیامت تمہیں پکڑنے کے لیے فرشتے آئیں کہ تمہیں دوزخ میں پھینک دیں تو ان کے ساتھ نہ جانا۔‘‘ آدمی نے کہا: نہ تو وہ میرا یہ مطالبہ مانیں گے اور نہ ہی وہ مجھے چھوڑیں گے۔ تو پھر بتاؤ بھلا تم ان فرشتوں سے کیسے نجات پاؤ گے؟ اور تمھیں

امید ہے کہ ان سے بچ سکو گے؟ ابراہیم نے پوچھا۔ اس آدمی نے کہا: اے ابراہیم! یہ عادات میری اصلاح و توبہ کے لیے کافی ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

پھر یہ آدمی ابراہیم بن ادہم ہی کا ہو کر رہ گیا۔ موت تک انہی کے ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ موت نے ان کے درمیان جدائی ڈالی۔

(کتاب التوابین ص: ۲۸۷، ۲۸۸)

وقت خود ہی بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
وہ کب مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

ایک غیور بیٹی نے خاندان کی کایا پلٹ دی

موسم گرما کا ایک دن تھا۔ ایک خاندان کے تمام افراد نے سوچا کہ یورپ کی سیر کو جائیں، جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہے، کیونکہ وہاں کی سرزمین حسن و جمال سے مالا مال ہے۔ اور وہاں کی ہر جگہ جاذب نظر اور خوش منظر ہے۔ علاوہ ازیں، سب سے زیادہ پر کشش چیز جو وہاں کے لیے دامن دل کو کھینچتی ہے وہ ہے وہاں صنفِ نازک کی ہر قسم کی شخصی آزادی، کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے۔

ایک نوجوان دوشیزہ اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر سامان سفر باندھتی ہے اور اپنے بڑے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے بھرپور فرحت و مسرت اور خود کو بڑی ہی خوش قسمت سمجھتے ہوئے کہتی ہے:

اس چوغہ (برقع) کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، اسے میں یہیں چھوڑ جاتی ہوں۔ اور یہ پردہ جو میری آزادی میں رکاوٹ اور بے فائدہ ہے، اسے میں ایک کونے میں پھینک رہی ہوں۔ اب تو میں ترقی یافتہ ماڈرن طبقہ یعنی یورپ والوں کا لباس زیب تن کروں گی۔

یہ خاندان بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرتا ہوا اپنے وطن کی سرزمین پار کر کے یورپ پہنچ جاتا ہے اور خاندان ایک مہینہ وہاں قیام کرتا ہے، ہر طرح کا کھیل کود، سیر و تفریح، فضول کام اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہر نافرمانی میں وقت گزارتا ہے۔

ایک رات یہ خاندان رقص و سرود کی محفل بپا کرتے ہوئے موسیقی سننے میں اور بہت ساری حرام کاریوں کو دیکھنے میں مسلسل مصروف رہتا ہے۔ اس سے فراغت کے بعد یہ دوشیزہ واپس اپنے کمرے میں آتی ہے اور سونے سے پہلے وہ بیہودہ تصاویر دیکھنے لگتی ہے جو

اس نے وہاں سے حاصل کی تھیں۔ ان میں حیاء نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

اس کے بعد یہ دوشیزہ تکیہ لیتے ہوئے ریڈیو بند کر دیتی ہے۔ یہ چاہتی تھی کہ جلدی سو جاؤں، کیونکہ کل ایک میوزیکل پروگرام منعقد ہونے والا تھا، اس میں بھی شرکت کرنا تھی۔ یہ سونے لگتی ہے تو اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ دیکھوں تو سہی ہمارے ملک میں اس وقت کیا ٹائم ہوا ہے۔

اس دوشیزہ کو ملک کی یاد نے اس کے سوئے ہوئے ایمان کو بیدار کر دیا اور وہ خود سے کہنے لگی: جب سے ہم یہاں (یورپ) میں آئے ہیں ہم نے اپنے رب کی بارگاہ میں ایک سجدہ تک پیش نہیں کیا، اللہ کی پناہ! یہ کتنی زیادہ غفلت ہے۔ یہ دوشیزہ اٹھتی ہے اور ریڈیو کے بٹن دباتی ہوئی اسٹیشن بدلتی ہے۔ یاد رہے! یہ ریڈیو یورپ والوں نے مہمانوں کے لیے کمروں میں لگا رکھے تھے۔

اچانک اس ہاؤ ہو اور شوروغل کے ہنگامہ کے درمیان اور بے ہودہ قسم کے گانوں کے درمیان سے ایک دلربا آواز اٹھتی ہے، وہ ہے اذان کی آواز اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... اذان کی یہ صدائے دلربا اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے اور اس کے ہر گوشۂ دل میں ایمان کی پُرسکون ٹھنڈک سر دیتی ہے۔

یہ صدائے دلکش جو کائنات کی پاکیزہ ترین جگہ اور قطعۂ زمین میں سے جو مقدس ترین مقام ہے وہاں سے بلند ہو رہی تھی۔ یہ اللہ کے گھر حرم پاک سے آ رہی تھی۔ ہاں، یہ حرم بیت اللہ کا امام تھا جس کی تلاوت کی آواز اس مسکین لڑکی کے دل میں شیروشکر بن کر رچ بس گئی، ادھر رات کا سناٹا تھا۔ ہاں، یہ صدائے دلربا اس لڑکی کے دل میں گھر کر رہی تھی جو معاشرے کی ان لاکھوں لڑکیوں میں سے ایک تھی جو برائیوں اور بے دینی کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔ یہ اس باپ کی بھینٹ چڑھی تھی جو خود اخلاق سے عاری تھا۔ اس ماں کی بھینٹ چڑھی تھی جو اس بات سے ناآشنا تھی کہ وہ ایسی نسل تیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے لبریز ہو اور اس کی نگرانی میں پروان چڑھے۔ اس نے قرآن کی صدائے دلآویز سنی جو دور

بہت دور سے آ رہی تھی اور اتنی زیادہ واضح بھی نہ تھی۔

دوشیزہ کہتی ہے: مجھے اس آواز نے ہلا کر رکھ دیا، میں نے بار بار کوشش کی کہ اس آواز کو صاف کروں، تاکہ سننے میں رکاوٹ نہ آئے، یہ آواز جو کان تک پہنچنے سے پہلے ہی دل میں اتر گئی تھی۔ میں قرآن پاک کی تلاوت سنتی جا رہی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہاتی جا رہی تھی۔ اور یہ چیز مزید رلانے کا باعث بن رہی تھی کہ میں قرآن پاک سے کتنی دور تھی، اور اب تو میں نے پردہ بھی اتار دیا ہے۔ یہ چیز سوہان روح بنی اور جو نیم برہنہ لباس میں نے پہن رکھا تھا، اس نے مجھے زار و قطار رونے پر مجبور کر دیا، کہ میں تو اللہ کی نافرمان ایک فاحشہ و بدکارہ کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ ہم جو صبح و شام سیاہ کاریاں کرتے تھے، اس پر سخت اشکبار تھی۔ جب امام کعبہ اپنی تلاوت سے فارغ ہوئے تو میرے اندر ایک شدید محبت نے انگڑائی لی...... یہ محبت وطن کی محبت نہ تھی، نہ ہی مکان و زمان سے وابستہ محبت و الفت تھی...... بلکہ یہ پیار اور محبت اپنے اس رب کے ساتھ تھی جو ارض و سماء کا پیدا کرنے والا ہے...... جو رحیم و رحمٰن ہے...... جو بخشنے والا اور مؤدت و محبت کا پیکر ربّ ہے۔ میں اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی، وضو کیا اور نماز کے لیے مصلے پر آ کر کھڑی ہوگئی، میں نے اپنا سر سجدے میں رکھا اور ہچکیاں لے کر رونے لگی اور نماز پڑھنے لگی۔ لہو ولعب میں مصروف رہ کر ایک ماہ مکمل ہو چکا تھا، اب میں نے پہلی مرتبہ نماز پڑھی تھی۔ اس ماہ کے دوران پہلی دفعہ سجدہ و رکوع کیا تھا، میں ان شہروں میں چھائی ہوئی وحشت زدگی میں انس و سکون نام کی چیز تلاش کرنے لگی لیکن مجھے کہیں نہ ملی۔ وہ لوگ ہی نظر آئے جن کے متعلق میرے رب سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (محمد: ۴۷/۱۲)

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جس طرح کہ جانور کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانہ ہے۔''

جب میں نے اپنے بیگ ٹٹولے تو وہاں بھی شرم و حیاء سے عاری تصاویر نظر آئیں یا دوستوں کے لَو لیٹرز اور ٹیلیفون نمبرز ملے۔ میں نے قرآنی لیکچرز کی کیسٹیں دیکھیں تو ان میں بھی گانے بھرے ہوئے تھے۔ اس جگہ پر میرا ہر لمحہ اللہ عزوجل سے غربت اور دوری کا باعث بنا ہوا تھا۔ میں طویل راتیں بے خوابی کا شکار رہنے لگی، میں کوشش کرتی کہ ریڈیو سنوں یوں ہی شاید کتاب اللہ کی کوئی آیت میرے سکون قلب کا باعث بنے، شاید کوئی حدیث شریف تسکین دل کی دولت سے نوازے۔

واللہ......! اب ان آیات و احادیث کے سننے سے ہی میں راحت محسوس کرتی تھی اور ان کے سوا کوئی اور چیز سکون بخش نہ تھی۔ واللہ! نہ برف سے لدی خوبصورت و خوشنما سرسبز وادیوں کے نظارے اور کائنات کا جمال، نہ ہی کھیل، نہ ہی آب و ہوا اور نہ ہی مقام سیاحت افزا میرے لیے ترقی و سعادت اور سکون کا باعث تھے جتنا کہ قرآن پاک میری ہمنوائی کر رہا تھا۔

فجر کا وقت ہوا، میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اب اپنے ابا جان کی طرف نگاہ دوڑائی، ماں کو پیار بھری نظر سے دیکھا، بھائیوں پر نظر ڈالی، یہ سب خواب شیریں کے مزے لیتے خراٹے لیتے سوئے ہوئے تھے۔ اس منظر نے میرے خانہ دل میں غم و اندوہ بھر دیا۔ جب میوزیکل پروگرام میں جانے کا وقت ہوا تو میرا خاندان گہری نیند سے بیدار ہوا، مگر میں نے اسی کشمکش میں ابھی تک سو کر بھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے طے کر لیا میں یہیں اپنے کمرے میں رہوں گی اور بیماری کا بہانہ کر دوں گی۔ میں نے یہی کیا تو انھوں نے میرے گھر پر رہنے پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ میری بات سے اتفاق کیا اور خود اس برائی کے مرکز میں جا گھسے۔

میں ان تنہائی کے لمحات میں غور کرنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کس قدر نافرمانیاں کی ہیں...... اور کتنے ہی اس کی اطاعت شعاری کے کاموں میں کوتاہی کی ہے...... اور کتنی ہی اللہ تعالیٰ کی حدود جن کی میں نے بے حرمتی کی اور انھیں توڑا...... اسی پیچ و تاب میں

سرگرداں میں سوگئی۔

میرا خاندان اس شوروغل اور چیخ و چنگاڑ میں دن گزار کر رات گئے واپس آیا۔ میں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ آج جو میرے دل میں ہے یہ ان کے سامنے رکھ دوں گی۔ میں سب کے سامنے کھڑی ہوگئی...... اور بات کرنے کی کوشش کرنے لگی...... مگر نہ کرسکی، بلکہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی...... میرے والد صاحب اور والدہ صاحبہ حیرانی کے عالم میں مجھے دلاسا دینے لگے اور کہنے لگے: کسی ڈاکٹر کو بلائیں؟ میں نے کہا: نہیں۔

میں نے پوری قوت اور ہمت سے یوں بات شروع کی:

ابا جان! ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟...... ابا جان جب سے ہم آئے ہیں نماز تو دور رہی ہم تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سجدہ تک بھی پیش نہیں کر سکے...... اور نہ ہی ہم قرآن پاک کی تلاوت کر سکے ہیں...... ابا جان! مجھے جلدی وطن پہنچائیں...... ہمیں سرزمین اسلام میں جلدی واپس لے چلیں...... میں ایک لمحہ بھی یہاں اس منحوس خطہ میں نہیں ٹھہر سکتی...... ابا جان! میری زندگی کے ایام پر ترس کھائیں...... میرے دل کے مصائب و آلات پر اللہ تعالیٰ سے ڈریں...... میرے بہتے ہوئے آنسوؤں پر ترس کھالیں...... اور یہاں سے فوری نکل چلیں...... (کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کا عذاب ہم پر نازل ہو جائے......) جلد نکل چلیں، یہاں سے......

پورا خاندان اس پندرہ سالہ دوشیزہ کی اس پرمغز ہلا دینے والی گفتگو سے ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ باپ، ماں اور بھائی تو ہر چیز سے بے خبر ہو گئے کہ اس نے اتنی چھوٹی عمر میں اتنی زیادہ ایمان افروز بات چیت کی ہے۔

باپ نے کوشش کی کہ اپنا مؤقف بیان کرے مگر اسے بولنے کی ہمت نہ ہوئی، لاچار ہوکر خاموش رہا اور بیٹی کی اس گفتگو پر سوچ و بچار کرتا رہا، جو اس کے دل کی خشک اور بنجر زمین میں ایمان کے بیج کو سیراب کر رہی تھی، پھر یکدم اٹھتا ہے اور شیطان مردود سے اللہ

تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوا استغفار کرتا ہے اور اسلام کی سرزمین میں لوٹنے کے اپنے پختہ عزم کا اعلان کرتا ہے۔

یہ دوشیزہ کہتی ہے: میری اس تقریر سے پہلے گویا کہ سارا خاندان خواب غفلت میں پڑا ہوا تھا، اب اچانک یہ بیدار ہوا تو اس خاندان نے محسوس کیا کہ ہم تو غلاظتوں کے گھڑے میں گرے ہوئے تھے، اس بچی نے ہمیں اس سے نکالا ہے۔

باپ بار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہا تھا۔ اس نے نہایت ہی برق رفتاری سے کام لیا اور فوراً ہی وہاں سے کوچ کرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ آخر کار یہ خاندان اپنے وطن کی سرزمین پر نہایت تیز روی سے آ اترا۔ یہ ان سے وطن کی محبت کی وجہ سے جلد بازی سرزد نہیں ہوئی تھی کہ اس سے دور رہ کر وہ اداس ہو گئے تھے، بلکہ اب ان کی محبت اور وطن سے انس اس لیے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قربت محبت الٰہی سے مانوس ہو چکے تھے، اس لیے جلدی سے اپنے وطن واپس لوٹے تھے۔

(موسوعته القصص الواقعیته)

میرا فتنہ پرور حسن اس ''فرشتے'' کو متاثر نہ کر سکا

میں حد درجہ آزاد لڑکی تھی۔ حتیٰ کہ میں پڑوسی نوجوانوں کے ساتھ تعلقات قائم کرتی رہتی۔ انھیں ملاقات پر اپنے ساتھ باتوں میں مصروف رکھتی تھی۔ میں نہایت ذلت میں گر چکی تھی۔ نوجوانوں کو ورغلانے کے لیے اکثر موبائل فون استعمال کرتی۔ میں اتنی ردی ہو چکی تھی کہ محلّہ کے ایک نوجوان نے مجھے چھوڑ کر میری چھوٹی بہن سے شادی کر لی اور مجھے اپنے قابل نہ سمجھا۔

مجھے کبھی عبادت کے ساتھ دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی کبھی میں نے نماز پڑھی تھی۔ ایک دن راستے میں میری گاڑی خراب ہو گئی تو میں کھڑی ہاتھ سے اشارہ کرنے لگی کہ گزرنے والی گاڑیوں میں سے کوئی رک جائے اور میری مدد کرے۔ کچھ دیر میں اسی طرح کھڑی رہی، حالانکہ میرے ایک اشارے پر ہر نوجوان کھڑا ہو جاتا تھا۔ کچھ لوگ مجھے دیکھ کر گاڑی سے اترتے اور میری نیم برہنہ حالت دیکھ کر مدد کرنے کی بجائے فوری چلے جاتے۔ بعض لوگ رک کر میری مسکراہٹوں کو دیکھ کر مسکراتے، میرے جسم کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتے اور چلتے بنتے۔

تاہم ایک گاڑی میرے قریب آ کر رکی اور اس سے ایک نوجوان اترا، اس پر دین داری کی علامات نمایاں نہ تھیں۔ بس ایک عام سا نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ میں تعجب میں پڑ گئی کہ اس نے میری طرف دیکھا تک نہیں اور پوری تندہی سے میری گاڑی درست کرنے لگا ہے۔ میں حیران و ششدر تھی کہ اس نے میرے ساتھ کسی قسم کا لگاؤ ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی دوسرے نوجوانوں کی طرح لطف و محبت کا اظہار کیا ہے۔ میں نے خود کوشش کی کہ اس سے

نرم و ملائم باتیں کروں اور مسکراہٹوں کے پھول اس پر بکھیروں، مگر اس کا ردعمل بالکل ٹھنڈا تھا، اس کے ہاں کوئی گرم جوشی نہ تھی۔

جب اس نے اپنا کام ختم کرلیا اور گاڑی درست کر دی تو صرف ایک بات کہی:

''اے بہن اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے، خود کو پردے میں چھپا کے رکھو۔''

یہ کہہ کر وہ چل دیا اور مجھے وہیں بت بنا چھوڑ گیا، میں مدہوشی میں اس کی طرف دیکھتی ہی رہ گئی، پھر خود سے سوال کرنے لگی:

اس نوخیز جوانِ رعنا کے شباب اور مرد ہونے میں کون سی چیز رکاوٹ ہے!!؟ یہ نہ صرف یہ کہ میرے حسن اور ناز و نخرہ کی فتنہ انگیزی سے محفوظ رہا بلکہ مجھے الٹا یہ نصیحت کر رہا ہے کہ میں پردے میں رہوں۔ پورے راستہ میں، میں خود سے یہی سوال کرتی رہی: وہ کون سی قوت ہے جس نے اس نوجوان کو قابو کر رکھا تھا؟ جس نے اسے میرے قریب نہیں آنے دیا۔ اور جو کچھ وہ کہہ گیا تھا میں اس پر بھی مسلسل سوچ بچار کرتی رہی۔

میں خود سے کہہ رہی تھی کہ میں صحیح راستے پر چل رہی ہوں یا ہلاکت کی راہ پر قدم اٹھا رہی ہوں؟ اسی تعجب و سرگردانی کی کیفیت میں، میں گھر تک پہنچی۔ اس دن گھر میں کوئی نہ تھا میں گھر میں داخل ہوئی تو تھوڑی دیر بعد بہنوئی آ گیا، وہ مجھے چاہتا تھا، اس نے میرے ساتھ لطف و محبت کا انداز اختیار کیا اور حسب عادت میں بھی اسے جواب دیتی رہی، مقابلہ میں پیار اور محبت کا اظہار کیا مگر زبانی اور نظروں سے ہی اظہار کیا۔

اس نے جب میرے ساتھ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو مجھے اس نوجوان کی بات یاد آ گئی، میری طبیعت اس کام کے تجربہ کے لیے تیار نہ ہوئی جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ میں برائی پر آمادہ نہ ہوئی اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اور آخر میں نے اس بھیڑیے سے جسم کو صحیح و سلامت بچا لیا مگر طبیعت بوجھل تھی، سجھائی نہ دیتا تھا میں کیا کروں! اور جس راہ پر میں چل رہی ہوں اس کی انتہا کیا ہے، کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ میں جس غم کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی، اس سے راحت کی جستجو کر رہی تھی۔ فلموں، گانوں،

داستانوں اور افسانوں میں مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو میری پریشانی ختم کر سکے۔ میں کئی ہفتے بیمار رہی، اس کے بعد میری ایک ایسی نوجوان لڑکی سے آشنائی ہوئی جو دین اسلام کی خوگر تھی، اس نے مجھے نماز پڑھنے کی نصیحت کی۔

حقیقت ہے کہ پہلی نماز کے ساتھ ہی مجھے ایسا آرام و راحت حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے مجھے اس کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ اب میں نے نماز پر ہمیشگی کرنا شروع کر دی اور درس قرآن میں حاضر ہونے لگی۔ میں نے باقاعدگی سے تلاوت اور سختی سے پردہ کرنا شروع کر دیا۔

میرے گھر والے حیران تھے کیونکہ انھوں نے آج تک مجھے کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ اس دن سے آج تک میں ہدایت کی راہ پر چل رہی ہوں، میں نے اللہ کی طرف دعوت کا طریقہ اپنایا ہوا ہے اور میں نے گمراہی اور ضلالت کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ اب تو میں خود درس دیتی ہوں اور توبہ کے فوائد بتاتی ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر ہدایت کی راہ آسان کر دی ہے۔ تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس کے ذریعے نیکیاں کمال پاتی ہیں۔

(المعاکسات الھاتفیہ من التسلیۃ الی الزنا، ص: ۷۱، ۷۲)

قرآن کا نور میرے دل میں ٹھنڈک بن کر اتر گیا

میں ایک دین دوست گھرانے میں پروان چڑھی تھی۔ مجھے نیک پروان چڑھنے کی خواہش بھی تھی۔ میری آرزو یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کروں، مجھے خصوصاً نماز کی پابندی کی بہت فکر تھی۔ مگر جب میں بلوغت کو پہنچی تو بدعملی کے جھونکے کی نذر ہوگئی اور میں گمراہ کن چیزوں کے پیچھے دوڑنے لگی اور پرکشش، مگر جھوٹی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی علامات جنہیں دین دشمن لوگ پوری تندہی سے اور ممکن حد تک مقدور بھر ہمارے اندر پھیلا رہے ہیں، ان کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔

اس سب کے باوجود میری فطرت سلیمہ بیدار تھی۔ میں اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ حمیدہ کو پسند کرتی تھی، اس کردار اور سوچ وفکر کی وجہ سے میں خجالت وشرمندگی میں ڈوبی رہتی تھی۔ مردوں کے سامنے نظر اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہ تھی، میں سخت حیا والی تھی اور لوگوں کے آپس میں (مرد وزن) کے اختلاط اور آمیزش کو زیادہ پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن افسوس میرا دین سے انحراف بڑھتا ہی گیا اور ضلالت و جہالت کا درجہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اس میں میرے خاوند کا کردار بھی تھا کیونکہ وہ ایک بے دین شخص تھا۔ شادی کے وقت میں نے اس کے دین و اخلاق کے متعلق کسی سے نہ پوچھا تھا۔ اس سے پہلے وہ بلند اخلاق اور عفت و پاکدامنی کا بناوٹی اظہار کرتا تھا۔ اس نے مجھے فحش گانوں کی کیسٹیں سننے کے لیے دیں حالانکہ اس سے پہلے میں ان سے ناآشنا تھی جبکہ اب میں اس فاجرانہ کھیل کی عادی بن چکی تھی۔

میرے خاوند نے میرے دین سے انحراف اور اپنے خالق سے دوری میں اور اضافہ کر

دیا میں نے نماز بالکل چھوڑ دی اور پردہ اتار دیا۔

اللہ تعالیٰ سے میں نے تعلق کاٹ دیا تو اس نے بھی مجھ سے رابطہ منقطع کر لیا اور مجھے میرے نفس اور خواہش کے سپرد کر دیا۔ نتیجتاً میں بدبختی اور نحوست میں زندگی گزارنے لگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

(الکھف : ۱۸/ ۲۸)

''جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، اس کی اطاعت نہ کریں اور اس نے اپنی خواہش کی اتباع کی ہے اور اس کا معاملہ زیادتی والا ہے۔''

اس آیت میں بیان کردہ میری ہی حالت تھی۔ میں ہمیشہ غم و اندوہ میں ڈوبی رہتی اور بہت زیادہ فارغ رہتی۔ میں دل میں یہ محسوس کرتی تھی کہ میں نے خود کو ضائع کر دیا ہے۔ ہر لحاظ سے غفلت میں ڈوب چکی ہوں، حالانکہ میرے خاوند نے وافر مقدار میں ساز و سامان مہیا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود اکثر میری طبیعت پر قلق و اضطراب، دلی بے قراری اور اعصابی تناؤ چھایا رہتا تھا۔ ایک تو دین بیزاری تھی، دوسری اولاد سے محرومی کا غم تھا۔ میں خوب بناؤ سنگھار کیے ہوئے غیر مردوں کے سامنے جاتی تو وہ مجھے دیکھتے اور لپکتے، جبکہ میرا خاوند دوسری عورتوں کے پیچھے رال ٹپکائے ہوئے مارا مارا مشغول پھرتا رہتا تھا۔ وہ مجھے تنہائی میں چھوڑ جاتا، میں برداشت کرتی، اس نے مجھے بے کار کر دیا تھا، میں جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ میں نے کئی بار زندگی سے خلاصی کی کوشش کی لیکن یہ تمام جدوجہد اور کوششیں بے کار گئیں۔

میں نے قرآن کریم کی ایک کیسٹ سنی، جس میں پرسوز و پرسکون آواز تھی، اس نے میرے دامنِ فکر کو اپنی طرف کھینچ لیا اور میری اندورنی آرزو میں تحریک پیدا کر دی، میں اس سے بہت متاثر ہوئی، مجھے ہدایت سے ہمکنار ہونے کا شوق پیدا ہوا لیکن میں ایسا نہ کر سکی۔ سحری کے وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی اور رجوع کیا: اے اللہ کریم! میرے

لیے راہِ ہدایت کے دروازے کھول دے، ایمان کی زینت سے میرا دل مزین کر دے...... کفر وفسق اور نافرمانی کے لیے میرے دل میں نفرت پیدا کر دے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے ہمکنار کر دیا۔ میں نماز کی پابندی اختیار کرنے لگی، پردے کو اپنی زینت سمجھا، کتاب اللہ کی تلاوت باقاعدگی سے شروع کی، نبی ﷺ کی سنت کی اتباع اختیار کی اور پھر میں نے اس دین سے منحرف خاوند کو چھوڑ دیا، حالانکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا۔ میں نے اسے چھوڑ کر اپنے خالق کے قرب میں رہنے کو ترجیح دی وللّٰہ الحمد! سچ فرمایا ہے قرآن پاک نے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾

(التغابن : ۶۴/۱۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری (بعض) بیویاں، خاوند اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہے، ان سے بچو۔''

(فتیات ضائعات، ص: ۲۵۲، ۲۵۳)

ایک دوراندیش نوجوان کا ایمان افروز واقعہ

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ صلہ بن اشیم ایک مقام پر عبادت کے لیے جاتے تھے۔ وہاں ان کے پاس سے ان نوجوانوں کا گزر ہوتا جو کھیلنے کودنے جاتے تھے۔

صلہ نے ان سے کہا:

''مجھے ان لوگوں کے متعلق بتاؤ جو سفر کا ارادہ رکھتے ہیں مگر راستے (کو چھوڑ کر) ایک طرف چل پڑتے ہیں، رات پڑتی ہے تو سو جاتے ہیں، یہ سفر کب طے کریں گے؟

مگر وہ نوجوان لاپرواہی سے گزر جاتے اور توجہ نہ دیتے، تاہم وہ جب بھی گزرتے تو صلہ انھیں یونہی نصیحت کرتے تھے۔

ایک روز نوجوان ان کے پاس سے گزرے تو صلہ نے پھر یہی بات ان کے سامنے دہرائی، تو ان میں سے ایک نوجوان کہنے لگا:

اے میرے ساتھیو!...... واللہ! یہ تو ہمیں سمجھا رہے ہیں۔ ہم صبح جاتے ہیں لغویات کا ارتکاب کرتے ہیں اور رات کو واپس آ کر سو جاتے ہیں۔

یہ نوجون اس کے بعد صلہ کے ساتھ ہی رہنے لگا، ان کا دامن پکڑ لیا، ان کے ساتھ ہی عبادت گاہ میں مصروف رہتا، حتیٰ کہ وفات تک ان کے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے۔

(کتاب التوابین، ص: ۲۵۷)

ماں کے نافرمان کی توبہ

ایک نوجوان نے بیان کیا کہ میرے والد صاحب فوت ہو گئے تو میری والدہ نے میری تربیت کی ذمہ داری اٹھائی، حتیٰ کہ یونیورسٹی کی تعلیم تک مجھے پہنچا دیا، اور یہاں تک خیال رکھا کہ مجھے اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک بھیجا، جب وہاں سے فارغ ہوکر واپس آیا تو میں ایک الگ قسم کا آدمی بن چکا تھا۔ مغربی تہذیب مجھ پر بری طرح اثر انداز ہوئی تھی، میں دین کو پستی رجعت پسندی اور دقیانوسی، بنیاد پرستی کا مظہر خیال کرنے لگا، میری یہ کیفیت ہوچکی تھی کہ میں مادی اور پیسے کی دنیا کو ہی قابل اعتماد تصور کرتا تھا۔ مجھے اونچے درجہ کی ملازمت مل چکی تھی، اب میں بیوی کی تلاش میں تھا، پھر میں نے ایک حسین وجمیل اور مال دار بیوی کا انتخاب کرلیا۔

میری والدہ کی جو خواہش تھی کہ ایک سلیقہ شعار اور دین دار بیوی اپناؤں، اسے میں خاطر میں نہ لایا۔ شادی کے چھ ماہ بعد میری بیوی اور میری امی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، تو میری بیوی نے مطالبہ کیا کہ میں ماں کو گھر سے نکال دوں۔ میں نے غضبناک حالت میں تو اپنی ماں کو گھر بدر کر دیا۔ وہ یہ کہتے ہوئے گھر سے نکل گئی کہ:

''اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند و کامیاب رکھے۔''

اس کے بعد جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے ماں کو ڈھونڈا مگر ماں کہیں نہ ملی۔ حتیٰ کہ ایک عرصہ تک اس کی کسی طرف سے کوئی خبر بھی نہ آئی کہ وہ کہاں ہے۔ اس کے بعد مجھے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ میں ہسپتال کا ہی ہو کر رہ گیا۔ میری ماں کو پتا چلا تو وہ بیقرار ہوکر ہسپتال چلی آئی مگر میری بیوی نے اس سے کہا: یہاں

سے چلی جاؤ! اور ہمارے پاس نہ آیا کرو۔ کچھ مدت کے بعد میں ہسپتال سے فارغ ہوا تو میری جسمانی حالت بہت گر چکی تھی اور ملازمت چھن چکی تھی۔ میں قرضوں کے بوجھ کے نیچے دب گیا۔ ۔اس کے بعد ایک حادثہ جو بجلی بن کر گرا وہ یہ تھا کہ بیوی نے طلاق کا مطالبہ کر دیا اور میں نے مجبور ہو کر اسے طلاق دے دی۔ نہ بیوی رہی نہ ملازمت رہی اور نہ ہی ماں رہی۔ میں سرگردان پھر رہا تھا۔ اب ماں کی تلاش تھی، آخر کار میں نے اسے ایک جگہ پا لیا، مگر کہاں پایا؟ ''دارالامان'' میں...... بے سہارا لوگوں میں محرومیوں کے شکار کی صورت میں...... وہ ایسی جگہ پر تھی جہاں عورتیں مخیّر حضرات کے صدقات کھا کر گزارہ کرتی ہیں، میں ماں کے پاس گیا اور اسے دیکھتے ہی خود کو اس کے پاؤں میں گرا کر اس کی آغوش میں اپنا سر رکھ دیا اور رونے لگا۔ ماں بھی زارو قطار رونے لگی۔

آج میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ ماں کے ساتھ نیکی کروں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔ میں گناہگار اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کر لے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فَلَا تُطِعْ زَوْجَةً فِيْ قَطْعِ وَالِدَةٍ
عَلَيْكَ يَا ابْنَ اَخِيْ قَدْ اَفْنَتِ الْعُمُرَا

''بیوی کا کہنا مان کر ماں سے قطع تعلق نہ کر، یہ بات یاد رکھنا بھتیجے! ماں نے تیری پرورش میں ساری عمر صرف کر دی ہے۔''

فَكَيْفَ تُنْكِرَ أُمًّا ثِقْلَكَ احْتَمَلَتْ
وَقَدْ تَمَرَّغْتَ فِيْ اَحشَا ئِهَا شَهْرًا

''تو ماں سے کیسے انکار کر سکتا ہے، اس نے تیرا بوجھ اٹھائے رکھا ہے اور تو کئی ماہ اس کے وجود کے اندر پرورش پاتا رہا ہے۔''

وَعَا لَجَتْ بِكَ اَوْ جَاعُ النِّفَاسِ
وَكَمْ سُرَّتْ لَمَّا وَلَدَتْ مَوْلُوْدَهَا ذَكَرًا

''اس نے تجھے جننے کی تکالیف برداشت کی ہیں اور جب اس نے تجھے جنم دیا تو اس کی ساری تکالیف مسرت میں بدل گئیں۔''

وَاَرْضَعَتْكَ اِلٰی حَوْلَیْنِ مُكْمِلَةً
فِیْ حَجْرِ هَا تَسْتَقِیْ مِنْ ثَدْ یِهَا الدُّرَرَا

''اس نے تجھے مکمل دو سال تک اپنی گود میں لے کر دودھ پلایا اور تو اس سے بہتا ہوا دودھ پیتا رہا ہے۔''

وَمِنْكَ یُنَجِّسُهَا مَا اَنْتَ رَاضِعَهٗ
مِنْهَا وَلَا تَشْتَكِیْ لِكِنًا وَلَا قَذْرًا

''جب تو ماں کا دودھ پیا کرتا تھا تو اسے پلید کر دیتا تھا (دودھ پیتے ہوئے گود میں پیشاب کرنے سے) اس کے باوجود وہ کسی ناپسندیدگی اور گندگی کی شکایت نہ کرتی تھی۔''

وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ بِآلَافٍ تَقْرَءُ هَا
خَوْفًا عَلَیْكَ وَتَرْخِیْ دُوْنَكَ السُّتُرَا

''تیری حفاظت کی خاطر ہزاروں دفعہ قل ہو اللہ پڑھتی اور ڈرتی ہے کہ تجھے کچھ تکلیف نہ آ جائے اور تیری حفاظت کی خاطر پردے لٹکاتی ہے۔''

وَعَا مَلَتْكَ بِاِحْسَانٍ وَّتَرْبِیَةٍ
حَتّٰی اسْتَوَیْتَ وَحَتّٰی صِرْتَ كَیْفَ تَرٰی

''تجھ سے احسان و کرم کے ساتھ پیش آتی رہی ہے اور تیری تربیت کرتی رہی ہے حتی کہ تو مضبوط قوائے والا ہو گیا۔''

فَلَا تُفْضِلْ عَلَیْهَا زَوْجَةً اَبَدًا
وَلَا تَدَعْ قَلْبَهَا بِالْقَهْرِ یُنْكَسَرا

''کبھی بھی بیوی کو ماں پر برتری و ترجیح نہ دینا اور نہ ہی قہر کے ساتھ ماں کا دل

توڑنا۔"

وَالْوَالِدُ الْاَصْلُ لا تُنْكِرُ لِتَرْبِيَةٍ
وَاَحْفَظْهُ لَا سِيَماً اِنْ اَدْرَكَ الْكِبَرَا

"والد اصل ہے، اس کی تربیت کا انکار نہ کرنا، اسے محفوظ رکھنا، خصوصاً اس وقت اس کی حفاظت کرنا جب یہ بڑھاپے کو پہنچ جائے۔"

فَمَا تُؤَدِّیْ لَهٗ حَقًّا عَلَيْكَ
وَلَوْ عَلٰى عُيُوْنِكِ حَجَّ الْبَيْتَ وَاعْتَمَرَا

"تو باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا، اگر چہ وہ تیری آنکھوں پر سوار ہو کر بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے۔"

(قصص التائبین و التائبات، ص: ۱۲۵، ۱۲۶)

سورۂ ق نے دوشیزہ کی زندگی بدل دی

میں برائیوں اور نافرمانیوں میں سرکش ہوتی جا رہی تھی، میری والدہ نے مجھے بارہا روکنے کی کوشش کی اور نصیحت و یاد دہانی کرائی، حتیٰ کہ وہ مجھے سمجھاتے ہوئے اشکبار ہو جاتی تھی لیکن یہ سب بے فائدہ ثابت تھا۔ میں تو نہایت ہی اندھیری راہ پر چل رہی تھی اور میں آئیڈیالوجی اور عیاشی کے خیالات کی دنیا میں پاگل ہو چکی تھی۔ رات جب اپنے سیاہ پردے لٹکاتی تو میں سوچتی کہ میں نے کل کیا کرنا ہے۔ اور جب دن کی چمکتی کرنیں دنیا کو روشن کرتیں تو میں رات کے متعلق فکر مند ہوتی کہ میں اسے کیسے گزاروں گی؟

مجھے ایک ہی فکر تھی، وہ تھی صرف دنیا ہی دنیا اور اس کی رنگینیوں کے عیش و مزے۔ اسی طرح وقت ضائع کرتی رہی، وقت گزرتا گیا، کبھی میں گانے سن رہی ہوں یا کبھی فحش اخبارات پڑھ رہی ہوں، یا کبھی ردی قسم کی فحش فلمیں دیکھ رہی ہوں۔ اور غفلت نے مختلف رنگوں میں مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔

ایک دن ایسا آیا کہ میں اس روزانہ کے معمول سے اکتا گئی ایسے جیسے دل بھر گیا ہو، میں اپنے معمولات سے تنگ آ چکی تھی۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

ایک دن میں اپنی والدہ کی بار بار نصیحت اور اس کی یہ یاد دہانی کہ تیرے والد رحمہ اللہ بھی تیرے متعلق بہت فکر مند رہتے تھے۔ میں ایسی باتوں سے اس سے دلبرداشتہ ہو گئی اور کمرے میں چلی گئی۔ جو آڈیو وڈیو کیسٹوں، لچر بیہودہ رسائل اور تصاویر سے بھرا پڑا تھا۔

میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی تو یکا یک اللہ کریم کے گھر سے آئی ہوئی ایک صدائے دلنواز میرے کانوں میں رس گھولنے لگی، اور کلام ربانی نے میرے دل پر بہت ہی زیادہ اثر کیا۔ سبحان اللہ! یہ کلام کتنا عظیم ہے مجھ پر کیف وسرود کی مدہوشی چھا گئی اور میں اسے سنتی چلی گئی، آپ بھی سنیے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ○ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ ○ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ○ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ج ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ○ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ○ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ○ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ○ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ○ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ○ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ م بَعِيدٍ ○ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ○ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ○ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ○ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ○ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ○ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ○ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ○ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ○﴾ (ق: ۵۰/۱۶ تا ۳۵)

''البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس وسوسہ ڈالتا ہے اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

جب وصول کرتے ہیں دو وصول کرنے والے دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے تو ساتھی ساتھ ہوتا ہے۔

جو بھی یہ بولتا ہے مگر اس کے پاس نگہبان حاضر ہوتا ہے۔

موت کی غشی کا آنا حق ہے، یہ وہ چیز ہے جس سے تو پھر نہ سکے گا۔ صور میں پھونکا جائے گا، یہ ڈانٹ کا دن ہو گا، ہر جان آئے گی اس کے ساتھ اسے ہانکنے والا ہو گا اور گواہ ہو گا۔

البتہ تحقیق تو اس سے پہلے غفلت میں تھا ہم نے تیرا پردہ کھول دیا ہے آج تیری نظر بہت تیز ہے۔

اس کے ساتھی نے کہا یہ ہے میرے پاس حاضر، دوزخ میں ڈال دو ہر ایک کافر کو اور عناد رکھنے والے کو، یہ خیر سے روکنے والا تھا زیادتی کرنے والا، شک کرنے والا تھا۔

یہی ہے جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا، اسے سخت عذاب میں پھینک دو۔ اس کا شیطان ساتھی کہے گا، اے میرے رب میں نے اسے سرکش بنایا لیکن یہ خود بھی دور کی گمراہی میں تھا۔ کہا: میرے پاس مت جھگڑو میں نے تمہارے سامنے ڈانٹ پیش کر دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں، اس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ وہ کہے گی: مزید لاؤ اور متقیوں کے لیے جنت نزدیک کر دی جائے گی، دور نہ ہو گی۔ یہ ہے جو وعدہ دیا گیا تھا ہر ایک جھکنے والے اور حفاظت کرنے والے کو یہ اس کے لیے ہے جو رحمان سے غیب کے ساتھ ڈر گیا اور جھکنے والا دل لے کر آیا اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ ان کے لیے ہے جو یہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''

میں نے کہا کہ یہ ہی ہے حقیقی زندگی۔ موت کتنی سخت وسنگین ہے اور میں ہوں کہ کتنی زیادہ غفلت و گمراہی کے سمندر میں غرق ہوں۔

آہ! وہ قبر جسے میں نے اپنی زندگی کی بھول بھلیوں کی تہوں اور غفلت کی دبیز تہوں میں لپیٹ دیا ہے وہ کتنی وحشت ناک ہے۔

نماز کیا ہے؟ اگر میں اسے فارغ وقت میں ادا کرتی ہوں اور اس کا مقصد نہیں سوچتی

تو یہ صرف ایک عادت ہے۔ دوسرے فرائض کی مانند اگر فرصت ملی تو پڑھ لی، نہ ملی تو نہ پڑھی۔ یہ تو نماز نہیں بلکہ نماز تو ایک فریضہ ہے جسے ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ کتاب اللہ قرآن مجید کے متعلق میرا یہ حال ہے کہ اسے میں نے سکول میں ہی ہاتھ لگائے تھے، وہ بھی اگر کبھی میں اس پیریڈ میں حاضر ہوتی تو...... اگر حاضر نہ ہوتی تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ بھاگ جاتی تھی۔

آگاہی کی گھنٹی نے میرے دل کے دروازے پر دستک دی تو میں نے دیکھا کہ احتساب زندگی پر مشتمل سوالوں کا ایک سیلاب ہے جو اُمڈ کر میری جانب بہتا چلا آ رہا تھا۔

میں نے اپنے آپ سے پوچھا۔

- میں نے قیامت کے دن اپنے رب کے سوال کے لیے کیا جواب تیار کیا ہے؟
- اور میں نے قبر کی تنہائی اور اس کی گھٹن کے لیے کیا سامان تیار کیا ہے؟
- اور موت اور اس غشی سے بچنے کا کیا سامان ہے؟

کچھ نہیں، بالکل کچھ نہیں، نہ تو میرے پاس کوئی سامان رصد ہے کہ کامیاب ہوسکوں اور نہ ہی زادِ راہ ہے کہ اس کے ساتھ سفر جاری رکھ سکوں۔ مجھے صرف بے ہودہ قسم کے گانے یاد ہیں۔ الٰہی میں کیا کروں گی!!؟''

عمر کا کافی حصہ بیت چکا ہے۔ میرے دن اور رات گناہوں سے آلودہ ہیں۔ اب بس ایک ہی علاج ہے، رجوع کروں، ہاں، رجوع کروں، اللہ کی طرف توبہ کرلوں اور اس دن کی تیاری کروں جس میں اللہ کے خوف سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔

ضروری ہے میں اب ہی بیدار ہو جاؤں اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سی نکلنے کے لیے عملی جدوجہد کروں...... اعمال میں اخلاص پیدا کروں...... اس سے شاید اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں اور میرا تھوڑا سا عمل بھی قبول کر لیں گے۔ ''وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' ''ہر طرح کی قوت و طاقت فقط اللہ کے پاس ہے۔''

(فتیات تائبات، ص: ۱۹، ۲۰)

اسلاف کے کارناموں سے متاثر ہونے والا

ایک جوانِ رعنا

ایک جوان رعنا کہتا ہے کہ میں بہت کامیاب اور پُر آسائش زندگی گزار رہا تھا۔ میں اپنے والدین کی مکمل نگہبانی رکھتا، خدمت کرتا اور ان کے حکم کی بجا آوری کا اہتمام کرتا کیونکہ میں اکیلا ہی ان کا بیٹا تھا۔

جب میں نے یونیورسٹی سے سند فراغت حاصل کر لی تو میرے والد صاحب نے مجھے کارلے کر دی۔ میرے اندر کام کی استعداد اور صلاحیت و قابلیت پیدا کرنے کے لیے اپنی کمپنی میں مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اسی دوران میں نے تعلیمی ساتھیوں اور کلاس فیلوز کے ساتھ مضبوط دوستی کے رابطے قائم کر رکھے تھے۔

ان میں سے سب سے زیادہ جو شخص دوستی میں میرے قریب تھا، اس کا نام ''علی'' تھا۔ اس کے ساتھ میری زیادہ وابستگی کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے مجموعی حالات کافی حد تک ملتے جلتے تھے۔ وہ بھی اپنے والدین کا اکلوتا تھا اور اس کی بھی مالی حالت کافی اچھی تھی۔ اس طرح کہہ لیں کہ بالکل میرے والد کی مانند وہ مال دار تھے۔

یہ ہمارے گھر کے قریب ہی رہتا تھا اسی وجہ سے ہماری روزانہ کی ملاقات بہت سازگار اور یقینی ہوتی تھی۔ ہماری ملاقات اکثر ہوتی رہتی۔ جب ہم نے یونیورسٹی سے فراغت حاصل کر لی تو علی نے بیرون ملک سیر و تفریح کے لیے سفر کی ضرورت پر زور دیا کہ دوسرے کلاس فیلوز بھی اس وقت سیر و تفریح کے لیے جانا چاہتے ہیں، ہم بھی اس موقع سے

فائدہ اٹھائیں۔

میں نے یہ معاملہ اپنے والدین کے سامنے رکھا تو انھوں نے میری ہمنوائی تو کی، مگر میرے کافی اصرار کے بعد وہ نہیں مان رہے تھے۔ میرے والد صاحب نے اس اندیشے کا اظہار کیا کہ وہاں جانے میں حرج تو نہیں، مگر وہاں اخلاقیات بگڑ جاتی ہیں، جیسا کہ بہت سارے نوجوانوں کو دیکھا گیا ہے۔ میں نے انھیں مطمئن کر دیا اور وعدہ کیا کہ میں ایک مثالی بیٹا بن کر واپس آؤں گا۔ میرے والد صاحب نے سلامتی کے ساتھ واپس آنے کی دعائیں دیں۔ تب جا کر کہیں میں وہاں سے اٹھا، تاکہ اپنے سفر کی ٹکٹ خریدوں اور دوست کے لیے بھی۔ ہم نے اسپانیہ (سپین) جانا تھا۔

جب ہم اسپانیہ پہنچے تو میں نے دیکھا کہ میرا دوست صرف ایک خاص ہوٹل میں ہی ٹھہرنے پر اصرار کر رہا ہے، کسی اور ہوٹل میں جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔ جب میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ ہوٹل ایسی جگہ پر واقع ہے کہ اس کے گرد شراب کی بہت سی دکانیں ہیں۔ ہم بھی یہاں دوسروں کی طرح ایک نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔ اب مجھے والد صاحب کی نصیحت یاد آئی کہ میرا دین خراب ہوگا۔ پہلے دن تو میں نے اپنے دوست کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا لیکن دوسرے دن اس کے شدید اصرار کے دباؤ میں آ کر مجھے اس کے ساتھ جانا پڑا۔

پہلے دن اس نے مجھے بہت ساری برائیوں کی جانب کھینچا اور عیب ناک برے اخلاق کی دعوت دی، مگر ان گناہوں کے ارتکاب کا احساس مجھے دوسرے دن ہوا۔ اب میں نے سخت ندامت محسوس کی جو کہ میں نے اپنے دین سے بغاوت کرتے ہوئے اور اپنی ذات کے بارے میں گناہوں کا ارتکاب کیا تھا۔ لیکن یہ ندامت کوئی زیادہ دیر نہ ہوئی جلد ہی ختم ہوگئی۔ تبدیلی ماحول اور سیر وتفریح کی غرض سے ہم نے عظمت کے مینار اور مسلمانوں کے دور کی عظیم الشان یادگار ''غرناطہ'' کی جانب سفر کیا۔ میرے ساتھ ایک غیر مسلم دوشیزہ تھی جو اسلامی آثار دیکھنے کے لیے میرے ساتھ ہی گھومتی پھر رہی تھی۔

طلیطلہ میں میں نے بڑے بڑے عظیم الشان پرشکوہ اور ہیبت وجلال کے نشان محلات دیکھے جنہیں ہمارے مسلمان آباؤ اجداد نے تعمیر کیا تھا۔ اس نوجوان لڑکی نے وضاحت سے بتایا کہ یہاں ہم مسلمانوں کے ان بڑوں کو بہت اچھے انداز سے یاد کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اندلس فتح کرتے وقت اہلِ اندلس میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی برا سلوک نہیں کیا تھا۔

وہ جس تیز رفتاری سے تاریخ اسلامی کی عظمت کی وضاحت کر رہی تھی اسی رفتار سے میرا احساس بیدار ہو رہا تھا، اس علاقہ میں کہ جسے ہمارے بڑوں نے تقویٰ کی بدولت فتح کیا تھا میں اس میں گناہوں کا مرتکب ہو رہا ہوں، اس پر مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔

اس وقت تو میرا گناہ کے ارتکاب کا احساس انتہا کو پہنچ گیا جب میں نے اس شہر کے قصر اسلامی کے اندر ایک محراب دیکھا جس پر قرآن کریم کی آیات تحریر تھیں۔ جب میں نے ان آیات کے کلمات کی طرف دیکھا تو مجھے ایسے محسوس ہوا کہ گویا کہ کوئی زہر میرے حلق میں اتر رہا ہے، جو مجھے ابھی ہلاک کر دے گا۔ کیونکہ میں نے ان شہروں میں گناہوں کا ارتکاب کیا ہے جنہیں ہماری اسلامی بزرگی، شان وشوکت، جاہ وجلال اور اسلام کی سربلندی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے...... میں نے یہاں اپنی ذات اور دین کو داغدار کرلیا ہے جہاں ہمارے اسلاف نے پاکیزہ عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ جہاں ان کی جبینوں کے سجدوں کے نشان ہیں۔ جب میں نے اللہ عزوجل کے اس فرمان کو دیکھا کہ:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (اسراء: ۳۲/۱۷)

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کہ یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

تو میرے آنسو موسلا دھار بارش بن کر گرنے لگے...... اور وہ نوجوان لڑکی مجھے دیکھ کر حیران ہوتی چلی گئی اور کہنے لگی: اشکبار کیوں ہو رہے ہو؟ میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے اپنی زندگی کی بعض المناک یادیں سانپ بن کر ڈسنے لگی ہیں، اس لیے رو رہا ہوں۔ مجھے پتا تھا کہ اگر میں نے اصل حقیقت بتا دی تو یہ سمجھ نہ سکے گی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

اسی لمحہ میں نے یہ مضبوط فیصلہ کر لیا کہ ابھی پہلی فرصت میں پہلی پرواز سے ہی میں اپنے وطن واپس پہنچوں گا۔ میرے دوست نے پوری کوشش کی کہ میں اس کے ساتھ رہوں کیونکہ ہم نے اکٹھا سفر کیا ہے اکٹھے ہی واپس جائیں گے لیکن میں نے اس کے اصرار کو مضبوط انکار کے جواب سے ٹھکرا دیا اور اسے وہیں چھوڑ دیا۔ میں نے اسے اس حال میں وہاں چھوڑ کر وہ اپنے دین کے حق میں اور اپنی جان میں بہت ہی قباحت کا ارتکاب کر رہا تھا۔ میں واپس گھر لوٹا تو جو میں نے کیا تھا اس پر بہت پشیمان تھا اور آرزو یہ تھی کہ جو میں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے اللہ تعالیٰ میرے وہ گناہ معاف کر دے۔ جب سے میرے قدموں نے اپنے وطن کی کی مٹی کو چوما ہے میں نے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اس دوست سے ہر قسم کا تعلق منقطع رکھوں گا اور اس سے ہر طرح سے دوستی و تعلق ختم کر دوں گا، اس لیے کہ یہ تو مجھے ہلاکت کی گھاٹیوں میں گرانے والا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے پہلے ہی بچا لیا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

اِنَّ اللَّيَا لِیَ مِنْ اَخْلَاقِهَا الْكَدِرُ
وَاِنْ بَدَالَكَ مِنْهَا مَنْظَرٌ نَضَرُ

”گندے اخلاق رات کی مانند گدلے ہوتے ہیں، اگرچہ ان سے بظاہر منظر ترو تازہ ہی نظر آئے۔“

فَكُنْ عَلٰى حَذَرٍ مِّمَّا تَغُرُّ بِهٖ
اِنْ كَانَ يَنْفَعُ مِنْ غَرَّ اتِهَا الْحَذَرُ

”ڈرتا رہ اس چیز سے جو تجھے دھوکہ دیتی ہے، اگر اس کی فریب کاریوں سے بچاؤ فائدہ دیتا ہے تو بچو۔“

قَدْ اَسْمَعَتْكَ اللَّيَا لِیْ مِنْ حَوَادِثِهَا
مَا فِيْهِ رُشْدُكَ لٰكِنْ لَسْتَ تَعْتَبِرُ

''راتیں تجھے اپنے حادثات کی داستانیں سناتی رہتی ہیں اور جس میں تیری ہدایت ہے وہ بھی بتاتی ہیں لیکن تو عبرت نہیں حاصل کرتا۔''

يَا مَنْ يَّغُرُّ بِدُنْيَاهُ وَزُخْرُ فَهَا
تَا اللهِ يُوْشِكَ و اَنْ يُّؤَدِّیَ بِكَ الْغَرَرُ

''اے وہ شخص! جو اس دنیا اور اس کی بناوٹ و رنگینی سے دھوکہ کھا گیا ہے واللہ! قریب ہے یہ تجھے (بہت بڑے) دھوکے تک پہنچا دے گی۔''

وَ يَا مُدِ لَّا بِحُسْنٍ رَاقَ مَنْظِرُه
لِلْقبرِ وَيحَكَ هٰذَا الدَّلُّ وَالْفَخر

اے ایسے حسن کے نخرے اٹھانے والے! جس کا منظر بہت دل لبھانے والا ہے افسوس یہ ناز و نخرہ اور فخر سب قبر میں دفن ہو کر رہ جائے گا۔

تَهْوِیْ الْحَيَا وَلَا تَرْضٰی تُفَارِقُهَا
كَمَن يُّحَاوِلُ وَرَدًا مَالَهٗ صَدْرٌ

''تو زندگانی چاہتا ہے اس سے جدائی پسند نہیں کرتا، یہ ایسے ہی ہے، جیسے کوئی کوشش کرے گھاٹ میں داخل ہو اور اس کا سینہ نہ ہو۔''

كُلُّ امْرِیءٍ صَائِرٌ حَتْمًا اِلٰی جَدَثٌ
وَاِنْ اَطَالَ مُدُّ آمَالِه الْعُمُرُ

''ہر آدمی لازمی بات ہے کہ قبر کی نذر ہونے والا ہے، اگرچہ اس کی خواہشات کے مطابق عمر دراز کر دی جائے۔''

(دموع التائبین و عبرات المینین ، محمد بن ریاض السلفی ، ص: ۲۰۲، ۲۰۴)

سو وریاں کوئی جی لے پاویں
اوڑک اد دن مرنا اے

یعنی کوئی سو برس بھی زندہ رہے تو آخر ایک دن اسے ضرور موت آئے گی۔

ایک دوشیزہ کے ساتھ عجب مکالمہ

ایک دوشیزہ نے اپنی ساتھ والی لڑکی سے کہا کہ پیاری سہیلی پاکیزہ دوستی اور صاف ہم نشین اور مضبوط ملاپ ہمارا قیمتی رابطہ ہے۔لیکن میں تمہاری اس حالت اور سلوک سے بہت زیادہ حیران ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تم نے اپنی اس جوانی والی زندگی کا لطف نہیں اٹھایا۔ یہ جو ماڈرن تہذیب وتمدن اور اس دور کی ترقی یافتہ دوشیزہ کی زندگی ہے وہ آپ اختیار نہیں کر رہیں۔

یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ تم یونیورسٹی کی طالبہ ہو اور پردہ کرتی ہو!!؟ تم تو ماضی کی پرانی دقیانوسی زندگی گزارتی ہو، گھر کے اندر ہی بیٹھ رہتی ہو، دیکھو! ہم بازار آتی جاتی ہیں اور جس جگہ دل چاہے گھومتی پھرتی ہیں، خوب موج مستی کرتی ہیں، کبھی ایک دوست سے ملاقات کبھی دوسری سے ملاپ کرتی ہیں، اور ہر نئے ماڈل اور فیشن کی چیز جو بازار میں آتی ہے ہم اسے پہلی فرصت میں خرید لیتی ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔لیکن تم ہر چیز سے کٹ چکی ہو اور اوپر سے یہ کہتی ہو کہ مجھے ان کاموں سے کوئی دل چسپی نہیں!!؟

فاطمہ کا جواب

سہیلی تم چاہتی ہو کہ ایک مسلمان پاک باز عورت حیاء باختہ و دیوث قسم کی عورتوں کی پیروی کرنے لگ جائے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان فضول عورتوں کا مقابلہ کروں جو صرف لباس وغیرہ اور حیاء باختہ فیشن میں ایک دوسرے کی نقالی کرتی پھرتی ہیں۔

یا تم چاہتی ہو کہ میں نکمی اور معاشرہ میں تنہائی کا شکار ہونے والی عورتیں جو ہیں، ان کی مثل ہو جاؤں اور ان عورتوں کی تقلید کروں جو اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہیں، اور مسلم

گھرانے برباد کرتی پھرتی ہیں۔

میری معززہ اور پیاری بہن!...... میں آپ کے لیے محبت اور احترام کے جذبات رکھتی ہوں۔ میں دل کی اتھاہ گہرائی سے آپ سے التماس کرتی ہوں کہ آپ جیسی دانا عورت کے لیے موزوں نہیں، کہ جو آپ کے دشمنوں نے باطل اور جدید حیاء باختہ، غیر ساتر اور فرنگی تہذیب کے ترجمان و آئینہ دار لباس پہننے کا جرم کیا ہے، تم اسی پر لٹو ہوتی جاؤ۔

اسلام کا دشمن تو چاہتا ہے کہ تم پردہ اتار دو اور ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلو اور تمہاری فکر صرف لباس بدلنا اور سستی زیبائش کرنا ہو۔ جب تم اسلام اور مسلم امت کے دشمنوں کا مطلب پورا کرو گی تو پھر نہ تو گھر کی حفاظت کر سکو گی اور نہ ہی ایسا خاوند پاؤ گی جو تمہیں برائی سے محفوظ رکھ سکے۔ اور نہ ہی تم اپنے دین کو مضبوطی سے تھام سکو گی، حالانکہ یہ دین، دنیا و آخرت میں تمہاری عزت کا ضامن ہے۔ اگر تم اس دنیا سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے دشمن کی رضا جوئی لے کر جاؤ گی، یا اپنی زندگی کو بس آرزوؤں میں ہی گزار دو گی تو راہِ راست سے بھٹک جاؤ گی، کیونکہ زندگی کی سعادت مندی و کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیاں حاصل کرنے میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طٰهٰ: ۲۰/۱۲۴)

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیر لیا اس کے لیے معیشت تنگ ہو جاتی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن نابینا (اندھا) کر کے اٹھائیں گے۔''

اے میری مسلمان بہن!

یہ ایمانی حرارت سے لبریز باتیں ہیں جو اثر انگیز و عبرت بن کر تمہارے سامنے ثابت ہو چکی ہیں، مگر تم انھیں قبول نہیں کر رہیں۔ تم تو نسل نو کی قائد ہو، ان کی نشو ونما کرنے والی اور تربیت کرنے والی ہو، تم ایک مدرسہ ہو جس سے نسل انسانی فارغ التحصیل ہوتی ہے۔ اگر تم اسی رواج و لباس اور فیشن میں مگن رہیں تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کون پیدا کرے گا؟ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی تربیت سے کون وجود میں لائے گا، اور ربیعہ رائی جیسا نامور محدث

پیدا کر کے اسے بلند مقام پر کون بٹھائے گا؟ جس کا رشک ان کے ہم عمر کرتے رہے۔ کاش! تم ان ماہ تمام لوگوں کے واقعات پڑھتیں جو کہ ہماری تاریخ کے اوراق میں چمک رہے ہیں تو تمہیں اپنے موجود خودساختہ و اختیار کردہ مقام و مرتبہ کی گراوٹ کا خود ہی احساس ہو جاتا۔

ہاں بہن!......تم ہی اولاد کی پہلی تربیت گاہ ہو، جب آپ کی اولاد اسلام سے آشنا اورفہم وفراست سے آراستہ اور صحیح طریقہ سے دین پر چلنے والی ہو گی تو دنیا و آخرت میں یاد گار بن جاؤ گی، اور شرافت و رفعت تمہارے قدم چومے گی۔ میرا خیال ہے کہ میرے انہی جذبات کی ترجمانی کسی نے پہلے یوں کر دی ہے:

اَلْاُمُّ مَدْرَسَۃٌ اِذَا اَعْدَدْتَّھَا
اَعْدَدْتَّ شِعْبًا طَیِّبَ الْاَعْرَاقِ

''ماں ایک تربیت گاہ ہے جب تو اسے تیار کرے گا تو اچھی نسل والا ایک گروہ تیار کرے گا۔''

سہیلی اس دوشیزہ کی بات کو قطع کرتے ہوئے کہتی ہے:

بہن رک جاؤ!

تم ایک مسکین عورت ہو...... پرانے، فرسودہ افکار اٹھائے پھرتی ہو، دنیا چاند پر پہنچ چکی ہے اور لوگ آگے قدم اٹھاتے ہوئے دن رات ترقیاں کر رہے ہیں، اور بغیر مشکل اور روک ٹوک نئی زندگی کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں اور مطلق آزادی اپنا رہے ہیں۔ میں آپ سے برملا کہتی ہوں کہ میں تو ان ترقی یافتہ اور روشن خیال لوگوں کے دستو کے مطابق چلتی ہوں اور اسی طرح چلتی رہوں گی۔

یہ کہتے ہوئے وہ تیز تیز چلتی ہوئی باہر چلی گئی اور اپنی سہیلی فاطمہ کو وہیں بیٹھی چھوڑ گئی۔ یہ اس کے معمولات میں غور وفکر کرنے لگی اور اس کے سخت مؤقف کے بارے میں بہت پریشان ہوئی، حتیٰ کہ ایک ایک کر کے دن گزرتے گئے۔ ایک دن فاطمہ کو ایک ایسی خبر ملی جو اس پر بجلی بن کر گری کہ وہ روشن خیال ماڈرن دوشیزہ جو بڑی جرأت سے حدود اللہ کو

پامال کرتی تھی اور میرا مذاق اڑاتی تھی، وہ تو آج موت کے سفید بستر پر پڑی ہے۔

فاطمہ دل میں کہتی ہے کہ آخر کیا کروں؟ اس کا ایڈریس پوچھا تاکہ ہسپتال میں اس کی عیادت کرے۔ اس نے وہاں پہنچ کر سلام کیا اور اس مریضہ بہن کے سامنے ہشاش بشاش مسکراتے چہرے سے پیش ہوئی۔

اس کی دل کی بات زبان پر

یہ روشن چہرہ جو میرے سامنے نمودار ہوا ہے اور پھر اس کسمپرسی کے وقت یہ سہیلی واقعتاً وفادار ہے۔ اس کا نام فاطمہ ہے۔ اس نے مجھے گرم جوشی اور پورے زور وشور کے ساتھ سلام کہا ہے۔

اس نے مریضہ سے پوچھا جس کا نام ''امل'' تھا؟ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگی: میں ڈرائیور کے ساتھ ایک ضروری کام کے لیے جارہی تھی کہ حادثہ ہوگیا، یہ اسی کا نتیجہ ہے جو آپ کو نظر آرہا ہے۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی ہے اور میری تمام آرزوئیں ناکام ہوکر خاک میں مل گئی ہیں۔ اے میری وفادار سہیلی! آپ جانتی ہی ہیں کہ حادثہ کے وقت سے لے کر اب تک میرے دل میں کیا کیا خیالات آئے ہیں؟ اس دوشیزہ نے کہا کہ نہیں، مجھے نہیں معلوم، آپ ہی بتائیں!؟

بڑے ادب واحترام اور مسکراتے چہرے کے ساتھ اور نہایت انوکھے سکون کے ساتھ وہ یوں جواب دینے لگی: میرے دل میں آپ کی وہ پرجوش اور روشن باتیں آئی ہیں جنہوں نے میری تاریکی کو روشنی میں بدل دیا اور وہ ظلمت چھٹ گئی جس نے مجھے اور میرے دل کو ڈھانپ رکھا تھا۔

اب تو میں اپنے عارضی فانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں آپ کی سچی باتوں کی چمک کا ایک دوڑتا ہوا نور محسوس کرتی ہوں۔ ہاں، وہی باتیں جو میں نے آج تک اپنی کسی کلاس فیلو سہیلی سے نہیں سنیں، کتنی خوب صورت وہ گفتگو تھی۔ میری باقی سب سہیلیاں صرف زیب و زینت کا اظہار کرتی پھرتی ہیں اور شرم وحیا کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔

بہن! تم نے مجھے اپنے اس کردار سے ہلاکت کے ایسے سمندر سے بچا لیا جس میں

میں غرق ہو رہی تھی، اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا لیکن تم نے مجھے ساحل سلامتی پر پہنچا دیا ہے۔ تیرا شکریہ!

فاطمہ کا ردعمل

فاطمہ نے اپنی سہیلی کو خیر و رحمت کی بشارت دی اور کہنے لگی: میں دعا کرتی ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ جلدی شفا عطا فرمائے اور جب تم اپنے گھر صحت یاب ہو کر لوٹو تو ایک نئی عورت بن کر جاؤ جو کہ اسی غم میں ڈوبی ہو اور اس کا شغل یہی ہو، اس کی سوچ کا محور یہی ہو کہ ہر معاملہ میں اللہ عزوجل کی اطاعت کرے۔ اسی دوران مؤذن نے فضا کو اللہ اکبر کی معطر صدا سے تروتازہ کر دیا۔ فاطمہ نے اس سے اجازت لی اور دوسری ملاقات تک جدا ہو گئی۔

دن گزرتے گئے، امل ہسپتال سے فارغ ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی کہ میری روح اس حال میں فرشتوں کے قبضہ میں نہیں گئی جبکہ وہ معصیت و گناہ سے آلودہ تھی، وہ پوری تضرع کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا گو تھی کہ وہ اس کی سہیلی کو جہاں بھی ہے محفوظ رکھے۔

ایک مرتبہ اچانک فاطمہ نے وہاں ایک اعلان سنا کہ قریبی مدرسے میں ایک دینی درس ہوگا، جس کا عنوان ہے: ''اے دخترانِ اسلام! اللہ کی طرف لوٹ آؤ!''

یہ لیکچر ایک مدرسے میں دیا جائے گا، یہ کوئی اجنبی نہ تھا لیکن فاطمہ اس وقت حیران ہوئی کہ جو لیکچر دے گی وہ اس کی سہیلی ''امل'' تھی۔ اس نے اس وقت امل کے لیے مزید عمل اور ثابت قدمی کی توفیق مانگی اور دعا کی کہ اسے اللہ تعالیٰ گمراہی اور برائی سے محفوظ رکھے۔ یہ ایک روشن مشعل بن چکی تھی جو دوسروں تک نیکی کی روشنی منتقل کر رہی تھی اور راہنمائی کرتی تھی، اور جو وہ خود علوم نبوت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوئی تھی اس سے دوسروں کی پیاس بجھا رہی تھی۔

(همسات نذية محمد بن سعد آل زعير، ص ۱۹۔ ۲۳)

بیٹی سے نفرت کرنے والے کی توبہ

یہ شخص بچپن سے ہی بچیوں سے نفرت کرتا تھا۔ اس کی والدہ نے سات بیٹیاں جنیں اور یہ اکیلا بیٹا تھا۔ اس کا والد اس کی والدہ سے بھی افسوس اور تنگ دلی کی باتیں کرتا رہتا تھا، جب بھی اس کی ماں بچی جنتی تو اس کا باپ اسے برا بھلا کہتا۔

ہمسائے اور قریبی رشتہ دار اس کے کان میں باتیں کرتے رہتے تھے، اسے سمجھاتے تھے، اور اس کی والدہ کے لیے ترس کھانا اور شفقت کی نظریں ڈالنا کوڑے کھانے کی مانند ہو گئے تھے۔ اس سے اس کے احساسات بیٹیوں کے خلاف اور بھڑکتے، وہ اور المناک ہو جاتا اور اس کا یہ شعور اس کے ساتھ ہی پروان چڑھتا رہا، حتیٰ کہ اس کی شادی ہوگئی اور اب اس پر یہ خوف طاری رہتا تھا جو اس کے تمام اعضا پر غالب تھا کہ تقدیر کہیں میرے مقدر میں بیٹی نہ کر دے۔ اب گویا اپنی بیوی کے بچہ جننے پر اعتماد کر رکھا تھا۔ ننھی اس کی شادی کا پہلا پھل تھا۔ اس نے اسے غصے کے باوجود قبول کیا کیونکہ یہ اس کی شادی کا پہلا پھل تھا، کبھی تو بیوی کو اشارے سے اور کبھی واضح کہتا کہ جو تو جنم دے گی اس کے متعلق جوابدہ ہو گی۔ اسے جنے گئے کی جنس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، حالانکہ سائنس کے علم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آدمی بچے کی پیدائش کی جنسیت کی حد بندی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، یہ اللہ کی قدرت ہے، یعنی بیٹا ہونے میں آدمی کی قوت کا کردار زیادہ ہوتا ہے۔

اس کے گھر مسلسل بیٹیاں جنم لے رہی تھیں اور برداشت کرتے کرتے سات ہو گئیں۔ باپ تو قریب تھا کہ غیظ وغضب سے پھٹ جائے۔ اب اس کی بیوی آٹھویں مرتبہ حاملہ ہوئی تھی یہ بہت تنگ دل تھا اور اس نے قسم کھائی کہ اگر اس نے آٹھویں بیٹی جنم

دی تو اسے طلاق دے دوں گا۔ اس بچی کی ولادت کا تحفہ اسے طلاق کی صورت میں پیش کروں گا۔ گویا کہ اس بیچاری عورت کو لڑکے یا لڑکی کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی، مگر اس نے لڑکی کو پسند کیا اور اب اسے مرد سے سخت نفرت تھی۔ اور اس قسم کے ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ بیٹیاں اس کے پاس چھوڑ جائے گا لیکن اسے اللہ کا حکم بھول گیا تھا وہ اس پر قناعت نہیں کرتا تھا۔

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾ (الشوریٰ: ۴۲/۴۹، ۵۰)

''وہ عطا کرتا ہے جسے چاہے لڑکیاں اور جسے چاہے لڑکے عطا کرے یا انھیں لڑکے یا لڑکیاں ملا کر دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔ (کچھ بھی نہ دے)''

اس کے دماغ میں بس ایک ہی بات سمائی تھی کہ اسے لڑکا چاہیے جو اس کے نام کی شہرت کا باعث ہو۔ اس بات نے اسے سننے والا ہونے کے باوجود بہرہ بنا رکھا تھا، دیکھنے والا ہونے کے باوجود اندھا کر رکھا تھا۔ اس کا دل گوشت سے نہیں ایک چٹان سے کاٹا گیا تھا۔

اس مسکین ماں پر ہر دن ہزار سال بن کر گزر رہا تھا، اسے شب و روز کے معمولات بھول چکے تھے۔ اس کے دن روتے ہوئے غم و غصہ بن کر حلق میں اٹک گئے تھے اور وہ اللہ کے سامنے گڑگڑاتی تھی کہ وہ اس کے خاوند کے سامنے اس کی کسر پوری کر دے اور اس کے صبر کے عوض اسے اجر دے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی عظمت پر پختہ یقین تھا لیکن وہ اپنی بیٹیوں کی وجہ سے طلاق سے ڈرتی تھی۔ اس کا خاوند جب بھی اس کا خوف دیکھتا تو اس کی قسوت قلبی اور طبعی سختی میں مزید اضافہ ہو جاتا، گویا کہ اس بے چاری کو تنگ کرنے سے اسے لذت حاصل ہوتی اور اس کی بدبختی کو یہ اپنی سعادت سمجھتا۔ آخر وہ وعدے کا دن بھی آ گیا جو بیوی اور میاں کے درمیان فیصلے کا دن تھا، یا پھر اس زوجیت میں خونریزی میں اضافہ ہونا تھا۔ یہ مسکین عورت بچہ جننے کی تکالیف کا احساس بھی کھو بیٹھی تھی، یہ

اپنے جسم کے لحاظ سے حاضر تھی مگر یاداشت کے لحاظ سے غائب تھی۔ خاموش اور سہمی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کی المنا کی نہ تھی اور نہ ہی کوئی اثر ظاہر تھا، گویا کہ زندگی کی حرکت ختم ہو چکی تھی، اس کا نفس و روح اس کے تفکرات اور احساسات پیدا ہونے والے کی جنس پر مرکوز تھے کہ یہ دوزخ بنتی ہے یا نعمت، وہ خوفزدہ تھی اور قلق و اضطراب میں مبتلا تھی اور بچہ اس کے پیٹ میں بے قرار تھا، گویا اسے پہلے ہی علم تھا کہ اس میں کوئی رغبت نہیں، پہلی دفعہ ہی آپریشن کی ضرورت پیش آئی تھی، آپریشن ہوا تو آٹھویں بچی پیدا ہوئی جو کہ زندہ تھی۔

جب یہ عورت بے ہوشی سے افاقہ میں آئی اور اسے پیدا ہونے والی کا علم ہوا تو آہ و بکا کرنے لگی اور دردناک انداز میں چلانے لگی اور ہاتھوں سے سر پیٹنے لگی اور پیچ و تاب کھانے لگی حتیٰ کہ کمرہ میں موجود افراد گھبرا گئے اور معلوم کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا!!؟

بعض ڈاکٹر کی تلاش میں گئے اور اس کے خاوند کو لے آئے وہ آیا تو اس نے اسے شدید محنت کے بعد پرسکون کیا جب ڈاکٹر کو اس کی حالت کی پیچیدگی کا علم ہوا تو اس عورت کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آیا اور اس سے خیر کا وعدہ کیا۔ اس سب کچھ کے باوجود اس کا خاوند بیوی سے مطمئن نہ تھا گویا کہ اسے نتیجے کا پہلے ہی علم تھا کہ لڑکی ہوگی، ہوئی تو لڑکی تھی مگر ڈاکٹر نے اسے (مرد) کو مطمئن کرنے کے لیے کسی کا بدصورت لڑکا لے کر نرسوں سے کہا کہ وہ اس آدمی کو بتا دیں کہ تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ ڈاکٹر مکمل طور پر مطمئن تھا کہ یہ جھوٹ بولنے میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ اس میں ایک بیوی کی اصلاح تھی جسے برباد کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ باپ حاضر ہوا اسے اطلاع ملی تو وہ تو زمین پر اڑتا پھرتا تھا اور اتنا خوش تھا کہ ٹیلیفون پر اسے لڑکے کی خوشخبری ملی تھی وہ بیوی کے پاس آیا اور خوشی اس کے چہرے پر نمایاں تھی اس نے خوشی کی چادر پہن لی جبکہ شادی سے لے کر آج تک اسے اتنی خوشی نہ ملی تھی۔ اس نے بیوی کے لیے برکت کی دعا کی اور لڑکے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ حفاظت میں ہے۔ وہ ڈاکٹر کے پاس ضد کر کے پہنچا کہ وہ اپنے لڑکے کو دیکھے جو

بڑی دیر کے بعد ملا ہے۔

ڈاکٹر نے اسے پکڑا اور جس حفاظتی وارڈ میں بچہ تھا اسے وہاں لے گیا اور باپ کا ہاتھ پڑھا تا کہ اسے کئی برسوں کے شوق کے ساتھ گلے لگائے اور تمام محرومیوں کے بعد آج نصیب جگائے لیکن وہ پچھلے پاؤں واپس آ گیا جب باپ نے یہ دیکھا کہ بچہ تو بہت ہی بدصورت ہے تو چلایا اور اس کی چیخ و پکار میں آرزو کی ناکامی نمایاں تھی اور طویل انتظار کی کڑواہٹ واضح تھی۔ اب دوبارہ تقدیر سے جنگ آزمائی کی کوشش کرنے لگا اور قسم کھائی کہ میں اس بچے کو نہیں لوں گا اور اسے ہسپتال سے ہرگز لے کر نہ جاؤں گا لیکن ڈاکٹر نے اصرار کیا کہ صبح جب یہ ہسپتال سے فارغ ہونے کے قابل ہو گا تو اسے لینا ہو گا کیونکہ یہ لوگوں اور اللہ کے سامنے جوابدہ ہے یہ ایک انسان ہے حقوق انسانی رکھتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ ناقص اور بدصورت بچہ صحیح و سالم سے بہتر ثابت ہو کیونکہ وہ صحیح و سالم ہو سکتا ہے کہ گھر والوں کے لیے عار ہو اور بڑا ہو کر ہلاکت کا باعث ہو لیکن یہ زخمی دل باپ کسی بات پر رضا مند نہ تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر پختہ طور پر یہ بیٹا مجھے سونپ ہی دے گا تو گرنے کے خوف سے میز کے ساتھ ٹیک لگا لی ڈاکٹر نے جلدی سے ہاتھ پکڑ لیا اور اسے تسلی دینے لگا، پھر اس سے پوچھا کہ اگر اس طرح کی تیری بیٹی ہوتی تو راضی تھا ایک تندرست بچی کی طرف اس کا ہاتھ پھلایا تو باپ نے اسے بوسہ دیا بغیر یہ جانے کہ یہ اس کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر سے قسم اٹھا کر کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ بے شک میری بیوی دس بیٹیوں کو جنم دے۔ اس نے اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دی ہے کہ اس نے اس کے حکم پر اعتراض کیا ہے اور اس کی تقدیر پر ناراض ہوا ہے باپ کے آنسو بہنے لگے، ڈاکٹر صبر نہ کر سکا اور اس مسکین باپ کا منظر دیکھ کر اور اسے اشکبار دیکھ کر اس پر رحم آیا ایک آدمی کے آنسوؤں کی قدر وہی جانتا ہے جسے اس طرح کے آنسو بہانے کا موقع ملا ہو۔ یہ وہ آنسو تھے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کہ جو اس کا خالق ہے اس کی قدرت کے سامنے اس نے اپنی بے بسی اور اظہار ندامت کے آنسو بہائے تھے۔

اب ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ بچی جو اس کے سامنے ہے وہ تیری ہی بیٹی ہے، میں نے تجھے درس دینا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی حکمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔

آدمی کبھی بچی کو چومتا اور کبھی ڈاکٹر کے ہاتھ چومتا تھا، اس نے بچی کو اٹھایا جبکہ ڈاکٹر اس کے پیچھے پیچھے تھا، یہ اپنی بیوی کے کمرہ میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے، وہ بیٹی کو گود میں لیے تھا اور بیٹی کی پیدائش پر بیوی کو مبارکباد دے رہا تھا اور اسے تکلیف پہنچانے پر معذرت کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ رہا تھا:

﴿فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۴/۱۹)

''ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت زیادہ بھلائی کر دیں۔''

خوشی سے بیوی کے آنسو بھی چھم چھم گرنے لگے، ڈاکٹر نے دونوں کو دیکھا اور اٹھا کر بچی کو پیار کیا اور چل دیا اور درج ذیل آیت تلاوت کی:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۴/۱۱۴)

''ان کی زیادہ تر سرگوشی میں خیر نہیں مگر جو حکم دیتا ہے صدقہ کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔''

وہ اپنے گھر اپنی بیٹیوں کے پاس چلی آئی اور خاوند بھی لوٹ آیا۔ ایک بہت بڑی گھاٹی سر ہوئی کہ ایک گھر حلال اشیاء و امور میں سے ناپسندیدہ عمل جو ''طلاق'' ہے اس سے بچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیوی کی گڑگڑاہٹ قبول کر لی اور اس کے صبر کا بہترین بدلہ دیا کہ اسے خاوند کی محبت اور رحم دلی حاصل ہوگئی۔

(قطار الزواج والطلاق، رجاء ابو صالح، ص: ۹۴۔ ۹۸)

بے پردگی سے توبہ

اس توبہ کرنے والی خاتون کی عمر پچاس برس سے تجاوز کر چکی تھی، اس سے پہلے یہ پردہ نہیں کرتی تھی، اس کے بعد اس نے پردہ کیا اور ایسا پردہ کیا کہ اپنے چہرے کا بھی پردہ کر لیا۔ ہم اس کی زبانی اس کی کہانی سنتے ہیں:

میری دادی کی بہن اپنی عمر کے پچاس برس سے آگے گزر چکی تھی۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود وہ امور دین کا اہتمام نہیں کرتی تھی۔ غیر شرعی لباس پہنتی تھی۔ میری ابتدائی زندگی سے لے کر اب تک اس کی یہ حالت تھی، حتیٰ کہ میں اب بھی ٹھیک ٹھاک آدمی بن چکا تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نگران کے نہ ہونے کی وجہ سے اور لوگوں کو تعلیم دین دینے والے کے فقدان کی وجہ سے وہ ایسا کر رہی تھی۔ ایک جماعت انصار السنۃ والمحمدیۃ کے نام سے وجود میں آئی اور انھوں نے اپنے علاقہ میں ایک مرکز قائم کیا، جس میں قرآن پاک کے حفظ کے لیے ایک جگہ متعین کی اور دین کے شرعی امور کی تعلیم کے لیے عورتوں کا خصوصی ادارہ قائم کیا، جہاں باقاعدہ دعوت و اصلاح پر مبنی دروس کا اہتمام تھا۔

میری دادی ان دروس سے بہت متاثر ہوتی کیونکہ یہ وہاں مسلسل جا رہی تھی۔ اب تو وقت پر نماز ادا کرنے لگی، اجنبی مردوں سے مصافحہ کرنا چھوڑ دیا اور مزے کی بات یہ کہ یہ ان پڑھ تھی، اس کے باوجود چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرنے لگ گئی۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ ایک عورت ہے جو پردہ کیے ہوئے ہے، چہرہ ڈھانپے ہوئے ہے اور اس نے اپنا سارا جسم ڈھانپ رکھا ہے، کیا یہ شرعی لباس ہے؟ اور شرعی پردہ چہرہ ڈھانپنے سے ہی حاصل ہوتا ہے! دادی کی بہن نے بھی پردہ شروع کر دیا۔ اس سے یہ کہا گیا کہ آپ ایک بڑی عمر

کی عورت ہیں آپ کے لیے ممکن ہے کہ چہرہ کھلا رکھیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ۖ وَأَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۖ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (النور : ۲۴/۶۰)

''عورتوں میں سے بیٹھ جانے والی جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ پردہ نہ کریں، مگر زیبائش کا اظہار نہ کریں اور پھر بھی پردہ نہ کرنے سے پرہیز ہی کریں تو بہتر ہے، اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''

یہ سن کر دادی کی بہن نے کہا:

میں پاک دامنی چاہتی ہوں، بہت عرصہ میں بے پردہ رہی ہوں، میں چھوٹی اور نادان تھی، میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اب میں اپنے رب کی اطاعت کروں گی اپنا چہرہ پردے میں رکھوں گی، اگر چہ میں عمر رسیدہ ہوں، اپنے دینی امور جانتی ہوں۔

اے مسلمان عورتو!...... تم بھی نفع بخش علم سیکھو، عبادت بغیر علم کے انسان کو ہلاکتوں میں ڈال دیتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرے، اور مجھ پر رحم کرے اور جو گزشتہ عمر میں مجھ سے گناہ ہوئے ہیں وہ بھی معاف کر دے۔

نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ))

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک موت کے غرارے شروع نہیں ہو جاتے۔''

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ)) (بخاری)

''جو گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہی جیسے اس کا گناہ نہیں۔''

میری دادی کی بہن اسی طرح قرآن پاک سے وابستہ رہی، اب اس نے تیسواں پارہ یاد کر لیا ہے جبکہ پہلے اسے قرآن پاک میں سے کچھ بھی یاد نہ تھا۔ اسی طرح دادی کے دینی

امور ادا کرنے کی وجہ سے ان کی سب سے چھوٹی بیٹی جو اس کے ساتھ گھر میں رہتی تھی، اس نے بھی شرعی پردے کا اہتمام کرلیا ہے۔ اللہ کے فضل سے میں پھر کہتی ہوں کہ اب اس جماعت کے مرد وخواتین مختلف قائم شدہ مراکز دینیہ میں علوم شرعیہ سیکھتے ہیں۔ ایک مسلمان کو قرآن وحدیث کے مطابق جیسا عمل کرنا چاہیے؟ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ صوفیانہ عقائد سے بچ کر اور اندھی تقلید کئے بغیر صحیح اور شرعی دلائل کی روشنی میں زندگی گزارتے ہیں۔

(دموع النادمات فی قصص التائبات، ص: ۴۹، ۵۰)

باپ کو زدوکوب کرنے والے کی توبہ

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''میں اپنے ابا جان کے ساتھ تاریک رات میں بیت اللہ کے گرد طواف کر رہا تھا، دنیا والوں کی آنکھیں خواب شیریں کے مزے لوٹ رہی تھیں، آوازیں خاموش تھیں کہ میرے ابا جان نے ایک غم میں ڈوبی آواز سنی، جو بڑی دردناک تھی، وہ پکارنے والا پکار رہا تھا:

یَا مَنْ یُّجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِیْ الظُّلَمِ
یَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ

''اے تاریکیوں میں لاچاروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے! اے بیماریوں آزمائشوں اور تکالیف کو دور کرنے والے!''

قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَیْتِ وَانْتَهَبُوْا
وَاَنْتَ عَیْنُكَ یَا قَیُّوْمُ لَمْ تَنَمِ

''تیرے گھر میں آنے والا وفد جو بیت اللہ کے اردگرد تیری رحمت لوٹ رہا تھا وہ سو گیا ہے اے قائم رہنے والے! مگر تیری آنکھ نہیں سوتی۔''

هَبْ لِیْ بِجُوْدِكَ فَضْلَ الْعَفْوِ عَنْ جُرْمِیْ
یَا مَنْ اِلَیْهِ اَشَارَ الْخَلْقُ فِیْ الْحَرَمِ

''مجھے اپنے جودوکرم سے میرے جرم کی معافی کا اپنا فضل عطا کر، اے وہ ذات بے ہمتا! حرم میں ساری مخلوق (حاجت روائی کے لیے تیری طرف ہی اشارہ کرتی

ہے۔“

اِنْ كَانَ عَفْوَكَ لَا يُدْرِكُهٗ ذُوْ سَرَفٍ
فَمَنْ يَّجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالْكَرَمِ

”اگر تیری معافی حد سے گزرنے والوں کو سہارا نہ دے گی تو پھر نافرمانوں پر جود و کرم کی برکھا کون برسائے گا؟“

سیدنا حسن کہتے ہیں کہ مجھے میرے ابا جان نے کہا:

بیٹے! اپنے گناہ کا نوحہ کرنے والے کی آواز سن رہے ہو جو اپنا رخ اپنے رب کی جانب کیے ہوئے ہے، اسے میرے پاس لاؤ۔ میں نکلا اور بیت اللہ کے گرد اس آدمی کو تلاش کرنے لگا لیکن میں نے اسے نہ پایا، جب میں مقام ابراہیم تک پہنچا تو وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ رسول اکرم کے چچا کے بیٹے آپ کو بلا رہے ہیں، ان کی بات سنو! اس نے نماز مکمل کی اور میرے پیچھے چلنے لگا۔ میں نے کہا: ابا جان! یہ وہی آدمی ہے۔

میرے ابا جان نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں عرب میں سے ہوں۔ ابا جان نے کہا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: منازل بن لاحق۔ کہا تمہارا کیا معاملہ ہے ذرا بتاؤ تو؟ وہ شخص کہنے لگا: محترم اس کا واقعہ کیا ہو گا جو گناہوں کے سپرد تھا، عیوب میں غرق تھا، خطاؤں اور عصیاں کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ بتانے لگا کہ میں ایک جوان رعنا تھا۔ کھیل اور ناچ گانے کا دل دادہ تھا، میرا والد مجھے وعظ و نصیحت کرتا اور کہتا: بیٹے جوانی کی لغزشوں اور ترنگوں سے باز آ جاؤ، اللہ تعالیٰ غالب ہیں اور انتقام لیتے ہیں اور یہ ظالموں سے دور نہیں جلد گرفت میں لے لیتے ہیں۔ وہ جب مجھے مسلسل وعظ و نصیحت کرتا تو میں اتنا ہی اسے زیادہ مارتا۔ ایک دن اس نے مجھے وعظ کیا تو میں نے اسے نہایت ہی دردناک انداز سے مارا۔ والد نے قسم کھائی کہ میں بیت اللہ میں جاؤں گا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر تیرے لیے بددعا کروں گا۔ وہ گیا اور کعبہ کے پردے سے چمٹ کر گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا:

يَا مَنْ اِلَيْهِ اَتَى الْحُجَّاجُ قَدْ قَطَعُوْا
عُرْضَ الْمَهَامَةِ مِنْ قُرْبٍ وَّ مِنْ بُعْدِ

''اے وہ ذات! جس کی طرف حجاج کرام دور اور نزدیک سے بیابان کے فاصلے طے کر کے آتے ہیں۔''

اِنِّىْ اَتَيْتُكَ يَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ
يَّدْعُوْهُ مُبْتَهِلًا بِالْوَاحِدِ الصَّمَدِ

''میں تیرے پاس آیا ہوں اے وہ ذات کہ جو تجھے گڑ گڑا کر پکارتا ہے تو اسے ناکام نہیں کرتا اے واحد اور بے نیاز اللہ!''

هٰذا مُنَازِلُ لَا يَرْتَدُّ عَنْ عَقَقِىْ
فَخُذْ بِحَقِّىْ يَا رَحْمٰنُ مِنْ وَّلَدِىْ

''یہ (میرا بیٹا) ''منازل'' ہے جو کہ میری نافرمانی سے باز نہیں آ رہا، اے رحمٰن! میرے لڑکے سے تو خود ہی میرا حق پکڑ لے (یعنی اس سے نبٹ لے)۔

وَشُلَّ مِنْهُ بِحَوْلٍ مِّنْكَ جَانِبُهٗ
يَا مَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَلِدْ

''اپنی قوت کے ساتھ اس کا پہلو شل کر دے، اے پاک باز! نہ تو جنا گیا ہے اور نہ ہی تو نے کسی کو نہ جنا ہے۔''

واللہ!...... ادھر میرے والد کی بات پوری ہوئی تو ادھر مجھ پر وہی کچھ نازل ہوگیا جو باپ نے اپنے رب کریم سے کہا تھا، اور اس شخص نے اپنا دایاں پہلو دکھایا جو کہ سوکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے باپ سے رجوع کیا (معافی مانگی) اور اسے راضی کرتا رہا، پہلو پست رکھا معافی مانگتا رہا، تو باپ نے یہ قبول کر لیا کہ میں نے جہاں بددعا کی تھی وہیں جا کر دعا کروں گا، کہ اے اللہ میرے بیٹے کو ٹھیک کر دے۔

میں نے باپ کو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی پر سوار کیا اور خود اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ ہم

وادیٔ اراک میں آئے جو کہ مکہ کے قریب ہے۔ تو درخت سے ایک پرندہ اڑا جس سے اونٹنی بدک گئی اور والد کو پتھروں پر گرا دیا، اس کا سر پھٹ گیا اور وہ فوت ہو گئے۔ میں نے انہیں وہیں دفن کر دیا اور مایوسی کے عالم میں مکہ آ گیا۔ میں نے سب سے بڑی جو عبرت پکڑی وہ یہ ہے کہ میں جان گیا ہوں کہ والدین کی نافرمانی پر اللہ کریم کی طرف سے گرفت ضرور ہوتی ہے۔

اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خوش ہو جاؤ! تمہارے پاس اللہ کی مدد آئی ہے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اور منازل سے کہا: وہ پہلو خود اپنے ہاتھ سے کھولو اور خود بار بار دعا کرنے لگے اور اسے دم کرنے لگے، وہ اسی طرح صحیح ہو گیا جیسے کہ پہلے تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اسے میرے ابا جان نے کہا: اگر تمہارے باپ نے تم سے دعا کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو بددعا برقرار رہتی اور تمہارا بازو شل اور بیکار ہی رہتا۔ میں تمہارے لیے دم اور دعا نہ کرتا۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے ابا جان ہم سے کہا کرتے تھے کہ بیٹا! والدین کی بددعا سے بچا کرو، ان کی بددعائیں جڑ سے برباد کرنے اور تباہ کرنے کی طاقت رکھتی ہیں اور ان کی دعا میں ترقی ہے اور کسر پوری ہوتی ہے۔

(کتاب التوابین، ص: ۲۵۳، ۲۵۴)

عیسائی کے ہاتھوں ایک جوان کی توبہ

یہ ایک مسلمان نوجوان تھا۔ اس کے والد نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب یہ امتحان میں کامیاب ہوگا تو اسے سیر وسیاحت کے لیے سفر کرائے گا۔ اب جبکہ یہ اپنا وطن چھوڑ رہا تھا اور جس لحظ یہ مفتوحہ علاقوں میں پہنچ چکا تھا تو ہر چیز اس کے استقبال کے لیے تیار تھی۔ اس نے ہر کام کیا مگر اللہ کی رضا والا کوئی کام نہ کر سکا، اسے عیاشی سے فرصت نہ تھی حتیٰ کہ یہ نوجوان کہنے لگا: میرے سفر کا وقت تو بہت تیزی سے گزر گیا ہے اور صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے، جیسا کہ ویزا و پاسپورٹ پر مدت قیام لکھی گئی تھی۔

اس کے آنے سے پہلے تنہائی کی سیر وتفریح کا بندوبست کیا گیا اور اس کے پروٹوکول واعزاز میں ایک الوداعی محفل منعقد کی گئی۔

آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا اور ان بلند پہاڑوں کی اوٹ میں اترتا ہوا گم ہو رہا تھا۔ یہ وہ وقت ہے جب عاشقوں بدکاروں کی رنگین رات کا آغاز ہوتا ہے اور ہر بلانوش کے جام حرکت میں ہوتے ہیں، موسیقی کی مست کن تانیں بلند ہوتی ہیں، حیران کن ہاؤہو کا عالم ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ہو چکا تو اس کے بعد محفل کے اسٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ اب ہم الوداع ہو رہے ہیں، سب سے پہلا فقرہ اس نے یہ بولا: اس مفید سفر میں مثالی نوجوان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کامیاب قرار دینے والے نے کہا: ہم نوجوان کو مثالی نوجوان قرار دیتے ہیں۔ یہ سن کر میں کافی دیر سوچتا رہا کہ انھوں نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے جبکہ بہت سارے ایسے لوگ موجود تھے جو ان کے دین پر کاربند تھے جبکہ میں تو ایک مسلمان ہوں، ہاں، اسی لیے تو انھوں نے میرا انتخاب کیا ہے (کہ یوں برائی اور گناہ کا نشان بن کر رہ

جاؤں)

اس حال میں مجھے میرے باپ اور ان کی نماز یاد آئی...... میری امی اور اس کی تسبیحات یاد آ...... مجھے امام مسجد یاد آئے...... میں نے رسول اکرم ﷺ کے عالیشان فرامین کو یاد کیا گویا کہ آپ میرے رسول ہیں اور آپ میرے تخیلات کی دنیا میں مجھے نظر آ رہے ہیں تو میں نے سوچا: میں کیا کروں؟

میں جب کرسیٔ خاص تک پہنچا تو ان کے قائد نے ایک سنہری صلیب پکڑی جو کہ ان کے کینہ کی مانند چمک اور مکر کی مانند بلند ہو رہی تھی...... اس شخص نے میری گردن پر ہاتھ ڈالا اور مجھے اپنے قریب کرتے ہوئے صلیب میرے گلے میں ڈالنے کی کوشش کرنے لگا...... لیکن میں نے بلند آواز سے کہا کہ ٹھہر جاؤ!...... میں مسلمان ہوں...... میں صلیب نہیں پہنوں گا۔ میں نے سنہری صلیب کو اس کے ہاتھ سے پکڑا...... اور اسے زمین پر دے مارا...... اور پھر غصے کے عالم میں اپنے قدم سے کچل دیا...... پھر میں نے اپنا سامان پکڑا اور اوپر چڑھ آیا۔ اوپر آ کر میں نے کائنات کے کانوں میں چیخ کر آواز دی، جسے اہل دنیا نے سنا کہ ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پھر میں اپنے ملک میں واپس آیا تو میں وہ کھیل کود کا دل دادہ اور عیاش انسان نہ رہا بلکہ اب میں بالکل بدل چکا تھا۔ وہ اللہ پاک ہے جو دلوں کو مردہ ہونے کے بعد حیات (زندگی) تازگی بخشتا ہے۔

(مجلة الدعوة تعداد، ۱۴۵۰ منقول از العائدون الی اللہ، المجموعة السادسہ، ص ۷۱، ۷۲)

ایک فوجی کی توبہ

اس فوجی کا نام ''محمود'' تھا۔ سچائی اور اللہ کی طرف لوٹنے کے لمحات کسی مدت پر انحصار نہیں رکھتے، بلکہ یہ شمار سے باہر ہیں اور فنکاروں کی تعداد کی فہرست بہت طویل ہے۔ محمود فوجی بھی ان میں سے ایک تھا، جو گہرے اثرات کے تجربے سے گزر چکے ہیں۔ ایسا تجربہ جو اہتمام کے لائق اور نگرانی کے قابل تھا۔

یہ اس تجربے کے دوران تشکک کے مرحلہ سے گزر کر ایمان کی طرف منتقل ہوا تھا اور وہ کتابیں جو شک میں ڈالتی ہیں اور فکر جو علم کی طرف منسوب ہے ان کے مطالعہ سے نکل کر یقین اور فکر اسلامی والی کتب کا مطالعہ کرنے لگا اور شعبدہ بازی، فنکاری، کھیل کود اور جھوٹ سے بددل ہوکر، مال اور شہرت کی جستجو چھوڑ کر، علم نجوم کی لاف گزاف سے نکل کر رسالت کے علم کی طرف مائل ہوا، جو اپنے اندر اہداف و مقاصد رکھتا اور مضبوط نگرانی کرتے ہوئے اور دین کی ابتدائی باتیں بتاتا اور فضیلت کی دعوت دیتا تھا۔

یہ فوجی اہل فن کا معیار کہلواتا تھا کیونکہ یہ بڑا شعبدہ باز، تیز طرار اور سکہ بند تھا، یہ ایک انوکھی شخصیت کا مالک تھا جو سب کے ہاں محبوب عام تھی۔ یہ عمل تمثیل کے ذریعہ اپنی ذات کو ثابت کر دیتا، ایسی فنکار شخصیت اللہ کی طرف کیسے ہجرت کرتی ہے۔ اس کے لیے توبہ کے دروازے کیسے کھلتے ہیں! آیئے! خود اس کی زبانی سنتے ہیں:

خبطی دور

میں اپنی دولت کو اجاگر کرنے کے لیے دولت اور شہرت اور فن بخوم کی مہارت کے

فیصلہ ہے، یہ آ کر ہی رہنی ہے جبکہ میں نے آخرت کے لیے ابھی تک کوئی عمل نہیں کیا۔

آگ کا حادثہ

میرے راہِ راست پر آنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ دل میں انقباض بے چینی اور تنگی سی ہے۔ میں فوراً ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: آپ کو کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میں عنقریب مر جاؤں گا۔ اس نے تمام ڈاکٹری تشخیص کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میں بالکل صحت مند ہوں، مجھے کوئی بیماری نہیں، اور کہا: میرے خیال کے مطابق آپ کو وہم ہے۔ ڈاکٹر نے مجھے اطمینان بھی دلایا مگر میرا یہ احساس تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا بلکہ خوف میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

جب میری دہشت میں اور اضافہ بھی ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ قبر کے لیے جگہ خریدنا ہے؟ میں نے تعجب کیا اور کہا: یہ چیز تو اس سے پہلے میرے دل میں ہی نہیں آئی اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی فکر تھی، جس وقت فوت ہوں گا تو میں اپنے وطن میں دفن ہوں گا۔

اس کے بعد ہماری گفتگو ختم ہوئی، میں نیند کی طرف مائل ہوا ہی تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے آپ کو دھویں والے ایک میدان میں پایا جبکہ اس کے ہر کونے میں آگ بھڑک رہی ہے۔ اس وقت میری بیوی اور بیٹی سانس کی تکلیف میں مبتلا تھیں وہ اس دھو کو برداشت نہ کر سکیں۔ بیوی اور بیٹی ہسپتال تک پہنچنے سے قبل ہی اپنے رب سے جا ملیں۔

اب میں نے ''حق'' قبول کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

اس مؤقف و مقام پر جو مشکل پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ آگ میری لائبریری کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ دین کے بارے میں شک پیدا کرنے والی کتابیں جو مارکس کی تحریر کردہ تھیں، جنہیں میں نہایت ہی فریفتگی سے پڑھتا تھا، ان تک یہ آگ پہنچ گئی۔ ان سنگین حالات میں اور سخت ترین مصیبت کے لمحات میں اپنا سر سجدے میں رکھ دیا اور بار بار یہ التجا

فیصلہ ہے، یہ آ کر ہی رہنی ہے جبکہ میں نے آخرت کے لیے ابھی تک کوئی عمل نہیں کیا۔

آگ کا حادثہ

میرے راہِ راست پر آنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ دل میں انقباض بے چینی اور تنگی سی ہے۔ میں فوراً ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: آپ کو کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میں عنقریب مر جاؤں گا۔ اس نے تمام ڈاکٹری تشخیص کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میں بالکل صحت مند ہوں، مجھے کوئی بیماری نہیں، اور کہا: میرے خیال کے مطابق آپ کو وہم ہے۔ ڈاکٹر نے مجھے اطمینان بھی دلایا مگر میرا یہ احساس تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا بلکہ خوف میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

جب میری دہشت میں اور اضافہ بھی ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ قبر کے لیے جگہ خریدنا ہے؟ میں نے تعجب کیا اور کہا: یہ چیز تو اس سے پہلے میرے دل میں ہی نہیں آئی اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی فکر تھی، جس وقت فوت ہوں گا تو میں اپنے وطن میں دفن ہوں گا۔

اس کے بعد ہماری گفتگو ختم ہوئی، میں نیند کی طرف مائل ہوا ہی تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے آپ کو دھویں والے ایک میدان میں پایا جبکہ اس کے ہر کونے میں آگ بھڑک رہی ہے۔ اس وقت میری بیوی اور بیٹی سانس کی تکلیف میں مبتلا تھیں وہ اس دھو کو برداشت نہ کر سکیں۔ بیوی اور بیٹی ہسپتال تک پہنچنے سے قبل ہی اپنے رب سے جا ملیں۔

اب میں نے ''حق'' قبول کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

اس مؤقف و مقام پر جو مشکل پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ آگ میری لائبریری کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ دین کے بارے میں شک پیدا کرنے والی کتابیں جو مارکس کی تحریر کردہ تھیں، جنہیں میں نہایت ہی فریفتگی سے پڑھتا تھا، ان تک یہ آگ پہنچ گئی۔ ان سنگین حالات میں اور سخت ترین مصیبت کے لمحات میں اپنا سر سجدے میں رکھ دیا اور بار بار یہ التجا

دہرانے لگا کہ اے میرے رب! یہ تنگی اور مصیبت آسان کر دے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

عمرہ، بجلی کا سا شعور اور مقناطیسی قوت

میری توبہ کا تیسرا اسٹیپ یہ تھا کہ بعض دوستوں نے عمرہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن میں سوال کرتا تھا کہ اس جگہ (مکہ میں جانے) کا کیا مقصد ہے کہ میں محض اس کی زیارت کروں اور چند پتھروں کے گرد گھوموں؟ لیکن اللہ کی رحمت سے میں عمرہ کے لیے چلا گیا۔ مکہ مکرمہ سے گزرتے ہوئے پہلے میں مدینہ منورہ گیا۔ پہلی رات تھی جب میں نے اس مقدس مقام پر قرآن پاک کو کھولا کہ چند آیات کی تلاوت کروں تو اچانک میری نگاہ اس آیت کریمہ پر پڑتی ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرہ: ۲/۱۵۵)

''اور البتہ ضرور ہم تمہیں خوف، بھوک، مالوں جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

قرآن مجید کے اسی صفحے میں یہ حصہ بھی گزرا۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ (البقرہ: ۲/۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

ان آیات کی تلاوت کے بعد مجھے یقین ہوا کہ یہ ایک مضبوط پیغام ہے اور پہلی آیت مجھ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ جو بھی حادثہ پیش آیا ہے اس پر صبر کروں۔

اور دوسری آیت مجھے میرے دل میں گردش کرنے والے سوالوں کے جواب دے رہی ہے کہ یہ پتھر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

اب مجھے یقین ہوا اور دل میں خیال آیا کہ ایک مومن جب اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لائے تو وہ اجمالی اور تفصیلی دونوں طرح کا ایمان لائے، اور جو بھی اس میں بیان ہوا

ہے اسے پورے مطلب پر مطابقت دینی چاہیے اور اس میں بنیادی بات ایمان بالغیب ہے اور ایمان کا عقل ادراک نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کے لیے ممکن ہے کیونکہ یہ پس پردہ ہے اور عقل پس پردہ چیز نہیں پا سکتی۔

جب میں کعبہ میں گیا تو میں نے اپنی حالت ایسے محسوس کی گویا کہ میرے انگ انگ میں بجلی کی حرارت اور مقناطیسی قوت بھر چکی ہے۔ اب میں نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ میں نے دل میں محاسبہ کیا کہ وہاں کی عبادات، پتھروں کی پوجا نہیں بلکہ ان عبادات کا ایک لازمی جز تسلیم و رضا ہے۔ اس مبارک سفر کے بعد مجھے بار بار حرم میں جانے کا وقتاً فوقتاً شوق پیدا ہو گیا ہے اور میں وہاں آتا جاتا رہتا ہوں۔

شک پیدا کرنے والی کتب کا متبادل

مارکس کی کتابیں جلنے کے بعد میں نے اسلامی کتب حاصل کر لیں اور میں ان کے مطالعہ پر پورے انہماک اور شغف سے متوجہ ہوا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام ہی ''حق'' ہے۔ میرے اس نظریہ نے میرے اندر ایک اور فکر پیدا کی کہ میں اسے سمجھوں اور اچھے، برے، غلط اور صحیح میں فرق کرتا ہوا اسلام میں پختگی حاصل کروں، تاکہ میں اس کی تعلیمات اور تہذیب و تمدن اور طرز حیات کے موافق زندگی گزار سکوں۔

جو کتابیں اکثر میرے زیر مطالعہ رہتیں وہ سیرت النبی اور تاریخ اسلام کے موضوع سے متعلق تھیں۔

میں ایک ایسے خاندان میں پروان چڑھا تھا جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو پہچانتا اور تعلیمات اسلامی کا نگہبان تھا۔ میرے والد صاحب مجھے اور میرے بھائیوں کو بھی اپنے ساتھ مسجد میں لے کر جاتے تھے۔

میرا ایک حقیقی بھائی جو مجھ سے عمر میں چھوٹا تھا، اسے ''جمال'' کہتے تھے۔ میں نے اسے بھی مطالعہ کا شوق ڈال دیا، اب وہ دین والے ماحول کی راہ پر گامزن تھا۔

اب اللہ نے مجھے ہدایت سے ہمکنار کر کے مجھ پر اپنا انعام کیا تو میں جان گیا کہ میں

نے حقیقی بھائی جمال کے پاس مکمل ایک سال گزارا تھا جو کہ دوران نماز مجھے ہدایت کی دعوت دیتا رہا۔

اس لیے کہ وہ بھائی میرے لیے ایک نمونہ اور میرا مقتدا تھا۔ میں دین کے ہر معاملہ میں اس کی طرف رجوع کرتا تھا اور میری زندگی پر اثر انداز ہونے والی شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت فنان حسن یوسف کی تھی۔ یہ وہ پہلا میرا دوست ہے جس نے میری غم گساری و دلجوئی کی اور آگ کے حادثے کے بعد میرے پڑوس میں ٹھہرا رہا میں اس کی تائید وحمایت کبھی نہ بھول سکوں گا، اس نے ہی مجھے یہ سبق دیا تھا کہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کہنا نہ بھولنا کہ تمام قوتیں صرف اللہ کے پاس ہیں اور یہ بھی نہ بھولنا:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۵۶)

''بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

سعادت ہی سعادت

یہ فوجی کہتا ہے کہ سعادت کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا سے نصیب ور ہو۔

وہ سعادت جسے لوگ سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے رہائش ہو، خوبرو بیوی ہو، مال کے انبار ہوں، نشہ آور اشیاء ہوں اور عورتوں سے دوستانہ مراسم ہوں۔ یہ سعادت تو ہے مگر عارضی ہے، اس کے بعد ندامت ہو گی، تباہ کن حسرت ہو گی۔ سب سے زیادہ خوب صورت سعادت یہ ہے کہ ایک انسان برائی کے ارتکاب کی طاقت رکھتا ہے لیکن اللہ کے خوف کی وجہ سے یہ برائی سے انکار کرتا ہے۔ یہ ابدی سعادت اور حقیقی فائدہ ہے اور یہ وہ لذت ہے کہ دنیا کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

فنکاری کے بارے میں اس کی رائے یہ ہے کہ ماضی میں تو یہ ایک پیشہ تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے مال حاصل کیا جائے اور یہ ایک نام وری کا باعث تھا، اس سے آمدنی

کے ذرائع بڑھ گئے اور میں آمدنی کے لیے ہر چیز اپنا لیتا تھا، خواہ اس میں شریعت کی مخالفت ہی ہو۔ لیکن اب فنکاری ایک پیغام ہے، اس کے ذریعے اچھی نصیحت پیش کی جا سکتی اور فضائل پر ترغیب دی جا سکتی ہے۔ نکمی باتوں کی مذمت کی جا سکتی ہے اور شہوات و ہیجانات کے ابھارنے سے دوری پیدا کی جا سکتی ہے۔ میں نے بارہا خود سے سوال کیے ہیں کہ فنکاری حلال ہے یا حرام ہے؟ قریب تھا کہ میں اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا لیکن میں یہاں تک پہنچا ہوں کہ فنکاری کے ذریعے لوگوں کو درست کرنے میں حصہ ڈالا جا سکتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

اگر میں اس سے علیحدگی اختیار کر لوں تو میدان میں پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جو طبیعتوں کو ابھارنے پر آمادہ کرتے ہیں جبکہ میں خود کو فنکاری کے ذریعے اسلام کا سفیر تصور کرتا ہوں۔ میرا فنکاروں کے ساتھ اکثر مکالمہ جاری رہتا ہے۔

یہ لباس جو پہنتا ہوں، اس کے حقیقی تقاضے یہ ہیں کہ یہ چادر اور پگڑی ہو اگرچہ اسلام صرف اس کی حد بندی نہیں کرتا کہ بس یہی لباس ہے۔

یہ کھیل کود اور بے کار جگہوں کی تلاش کے سامنے ایک دیوار حائل ہے، جب میرا نفس مجھے میرے ماضی کی طرف لوٹنے پر ابھارے گا تو یہ لباس خود بخود حائل ہو جائے گا، کیونکہ یہ عقل میں آنے والی چیز نہیں اور نہ ہی یہ مانوس ہے کہ میں اس لباس کے ساتھ وہ رات والی مجلسیں تلاش کروں۔

ہاں! جب میں کام والی جگہوں کی طرف جاتا ہوں تو دوسرا لباس پہن کر جاتا ہوں جو مناسب ہوتا ہے اور میرے فنی ذرائع کے موافق ہوتا ہے۔

ضعف کے لمحات

میں ضعف کے لمحات کا اکثر شکار ہو جاتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ہتھیار دے رکھا ہے جس کے ذریعے میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں اور وہ ہے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض دفعہ نفس کے خلاف بہت بڑے جہاد کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ اکثر اوقات مجھے گزشتہ میری زندگی کے لمحات کو یاد کرواتا رہتا ہے۔

اسی طرح بعض میرے دوست جو بعض تقاریب میں ملتے ہیں تو مجھے کہتے ہیں کہ میں پھر اس ماضی کی طرف لوٹ آؤں لیکن میں ان سے گفتگو ختم کر دیتا ہوں اور میں قرآن کریم کی تلاوت میں لگ جاتا ہوں اور میں آواز ان تک پہنچاتا ہوں کہ وہ بھی قرآن کریم کو سنیں۔ تعجب ہے کہ میرے بعض دوست جو ہر چیز میں میرے ہمنوا ہوتے اور میری رائے کو درست قرار دیا کرتے، ہمیشہ مجھ سے مشورہ طلب کیا کرتے اور جب میں کسی چیز کو ان پر لازم قرار دیتا تو وہ اسے فوراً حاصل کرتے لیکن اب یہ مجھے نااہل قرار دیتے ہیں۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک نظریہ چھوڑ کر دوسرے کو اپنانا کتنا مشکل مرحلہ ہے اور اس میں کتنے زیادہ صبر اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ میں آخر میں کہتا ہوں کہ اب میرے ذرائع آمدن کم ہیں مگر میرے رزق میں اضافہ ہوا ہے۔ پہلے میں مال، حرام کے ارتکاب پر خرچ کیا کرتا تھا اور میرا مال جلد ہی ختم ہو جاتا تھا۔ اب میں مال مناسب اور صرف حلال جگہ پر خرچ کرتا ہوں۔ اس کے باوجود میری ضرورت سے زیادہ بچ جاتا ہے، حالانکہ میری آمدنی کم ہو چکی ہے اور میرے ذرائع آمدن پسپا ہو چکے ہیں، مگر حلال پر خرچ کرنے کی وجہ سے برکت ہی برکت ہے۔

(مجلة المجتمع عدد (۵۶۹) ۲۴ رجب ۱۴۲۴ھ، ص: ۵۲، ۵۳)

حسین ترین لباس
جس نے میری زندگی بدل دی

ہم دس بہن بھائی تھے اور ہم نے اپنے بہت بڑے گھر کو معمور کر رکھا تھا، اس کا کوئی حصہ باقی نہیں بچا تھا، صرف باہر کی جانب اس کے ملحقہ ایک جگہ باقی تھی جو دو کمروں پر مشتمل تھی۔ ایک عرب کے باشندہ خاندان نے اسے کرائے پر حاصل کر لیا تھا، باوجود اس کے ان کی تعداد بھی ہماری تعداد جتنی تھی مگر وہ صاحب استطاعت لوگ تھے۔ انھوں نے دونوں کمروں میں جو کہ انھیں میرے والد صاحب نے کرائے پر دیے تھے، انھیں ایئر کنڈیشنڈ کروا رکھا تھا۔

ہماری اور ان کی عمر تقریباً ایک ہی تھی۔ ہمارے بھائی ان کے بیٹوں کے ساتھ گھر کے صحن میں کھیلتے تھے مگر میں ایک علیحدہ طرز کی لڑکی تھی۔ ان کے ساتھ میل ملاپ کو اچھا نہ سمجھتے ہوئے ان سے دور رہتی تھی۔ چونکہ میں خود کو ان سے بہتر تصور کرتی تھی اور میں اسے لازمی قرار دیتی تھی کہ جو مجھ سے کم تر اور حقیر ہیں میں ان سے کیوں ملوں!!؟ اس بات کا میں نے تہیہ کر رکھا تھا۔ ایک عرصہ تک میری حالت رہی، میں ان کی بیٹیوں کے ساتھ بھی میل جول نہ رکھتی تھی، حتیٰ کہ جو میری ہم عمر تھیں ان سے بھی نہیں ملتی تھی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ مجھے مجبوراً ان کے اس معمولی سے گھر میں جانا پڑا۔ اس دن میری دادی صاحبہ فوت ہوئی تھیں اور گھر تعزیت کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا، جو کہ بیرون شہر سے آئے ہوئے تھے، حتیٰ کہ بعض مہمان خلیجی ممالک سے بھی آئے ہوئے تھے، جو کہ

ہمدردی کے تحت ہی آئے تھے، اس لیے ہمارا گھر سے دور رہنا لازمی تھا، میں نے اپنی پڑوسن سے مطالبہ کیا کہ وہ مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو ہمارے ملحقہ مکان میں اپنے ساتھ رکھیں اور سونے کے وقت تک ہم وہاں ہی رہیں گے پھر سونے کے لیے اپنے گھر لوٹ جائیں گے۔

طبیعت کے نہ چاہتے ہوئے بھی میں اس محترمہ کے ساتھ چلی گئی اور پہلی مرتبہ ان کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس محترمہ کی بیٹیوں نے میرا والہانہ استقبال کیا اور میں کوشش کر رہی تھی کہ ان سے جان چھڑاؤں لیکن میں نے ایسا نہ کر سکی، تاہم تنگ دلی و بیزاری کے آثار صاف طور پر ظاہر ہو رہے تھے۔

دو لڑکیاں میرے ساتھ باتیں کرنا شروع ہوئیں تو میں بھی آہستہ آہستہ ان سے باتوں میں لطف اندوز ہونے لگی۔ وہ دونوں بڑی ٹھہری، سلجھی ہوئی، معتدل اور مناسب شخصیت کی مالک تھیں۔ ہم باتیں کر ہی رہی تھیں کہ اذان ظہر کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی، ہم نماز کی تیاری کے لیے اٹھیں، جسے میں نے کم ہی یاد رکھا تھا۔ میں اسے صرف والدہ کے اصرار پر ہی پڑھتی تھی، میں کہتی: میں ابھی چھوٹی ہوں، حالانکہ میں گیارہ برس کی ہو چکی تھی۔

ان دونوں لڑکیوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ نماز کے لیے اٹھو! میں نے عذر کیا کہ میرے پاس نماز والے کپڑے نہیں، انھوں نے فوراً مجھے نماز والے کپڑے دیے اور میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگی۔ ان کے اخلاق، برتاؤ اور رویے سے میں نے ایسے محسوس کیا کہ گویا میں انھیں طویل عرصہ سے جانتی ہوں اور ہم ایک دوسرے کے لیے محبت و الفت اور اخوت کے جذبات رکھتے ہیں۔ یہ اتنے حسین اور خوب صورت احساسات تھے جو مجھے ان کے ساتھ گزرے لمحات میں میسر آئے۔

میں نے پورا دن ان کے پاس گزارا اور رات کو اپنے کمرے میں لوٹی، میں نے اپنا سر تکیے پر رکھا اور سوچنے لگی، میں نے سارے دن کی نمازیں ان کے ساتھ ادا کیں میرے

لیے یہ ایک بہت بڑی خوش آئند پیش قدمی تھی۔

دوسرے دن بیدار ہوئی تو میں نے جلدی سے اپنے ہمسائیوں کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی، پھر میں نے تین دن ان کے ساتھ گزارے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر لوٹ آئی اور وقتاً فوقتاً میں ان سے ملاقات کرتی رہتی تھی۔

ایک دن ہمارے گھر کا دروازہ ان میں سے ایک لڑکی نے کھٹکٹایا تو مجھے ہماری ملازمہ نے اس کے سامنے آنے کے لیے آواز دی۔ جب میں باہر آئی تو میں نے دیکھا کہ میری سہیلی اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا اٹیچی اٹھائے ہوئے ہے اور کہتی ہے: یہ میں نے آپ کے لیے بطور تحفہ پسند کیا ہے، امید ہے آپ کو یہ اچھا لگے گا اور ہمارے جانے کے بعد آپ ہمیں یاد رکھیں گی، کیونکہ جو میرے والد صاحب نے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق ایک ہفتے بعد ہم جا رہے ہیں۔

میں نے اس کے جانے کے بعد تجسس اور بے تابی سے جلدی جلدی اٹیچی کیس کھولا...... میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی کہ میرے سامنے وہی سوٹ جگمگا رہا تھا جس میں میں نے زندگی کی پہلی باقاعدہ نماز پڑھی تھی۔ یہ لباس میرے نزدیک خوب صورت ترین لباس تھا، جو مجھے اب ملا تھا۔ ہفتہ بعد یہ خاندان ہمارے گھر سے چلا گیا۔ اس کے باوجود کہ میں اب چھوٹی نہیں رہی بلکہ یونیورسٹی جانے لگی ہوں، مجھے اب تک وہ نماز یاد ہے جو میں نے ان لڑکیوں کے ساتھ پڑھی تھی، اور وہ خوب صورت لباس بھی یاد ہے جو ان چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھوں میں لپٹا مجھے بطور یادگیری تحفہ حاصل ہوا تھا، جو کہ انھوں نے تیار کیا تھا۔ یہ تحفے مجھے نیک باسعادت نمازوں والی نئی زندگی کی ابتدا کے حسین لمحات یاد دلاتے رہیں گے، اور میں اس نیک معصوم بھولی بھالی لڑکی کے لیے ہر نماز کے بعد دعا کرتی رہوں گی۔ میں آج تک اس سچی دوستی کی پرسکون ایمانی حرارت محسوس کرتی ہوں، اور اس لباس میں سے میں ان کی سچائی کی خوشبو سونگھتی ہوں۔

(سیرۃ الاحلام، تبسیر الزاید، ص: ۶۱، ۶۴)

والدہ کی ممتا اور ایک نوجوان کی توبہ

مدینہ میں ایک عبادت گزار عورت تھی، اس کا ایک لڑکا تھا، جو اس سے اور اپنے آپ سے بے پروا تھا، مدینہ والوں کو بھی اس نے غافل بنا رکھا تھا۔ یہ عورت اسے وعظ ونصیحت کرتی رہتی تھی اور کہتی: اے میرے بیٹے!

اپنے سے پہلے ہلاک ہونے والے غافلوں کو یاد کرو، بے کاروں کا انجام سامنے رکھو اور موت کے نازل ہونے کو یاد رکھو۔

جب یہ زیادہ ہی اصرار کرتی تو وہ یہ کہتا:

كُفِّيْ عَنِ التِّعْذَالِ وَاللَّوْمَ
واسْتَيْقِظِيْ مِنْ سِنَةِ النَّوْمِ

"(اے ماں!) ملامت گری سے باز رہ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جا۔"

اِنِّيْ وَ اِنْ تَابَعْتُ فِيْ لَذَّتِيْ
قَلْبِيْ وَ عَاصِيْتُكِ فِيْ لَوْمِيْ

"میں لذت کے حصول میں اپنے دل کی بات مانتا ہوں اور جو تو مجھے ملامت کرے گی اس کی نافرمانی ہی کروں گی۔"

اَرْجُوْ مِنْ اِفْضَالِهِ تَوْبَةً
تَنقُلُنِيْ مِنْ قَوْمٍ اِلٰى قَوْمَ

"میں اس کے فضل سے توبہ کی امید رکھتا ہوں جو مجھے ایک قوم سے بدل کر دوسری قوم میں منتقل کر دے۔"

یہ اسی حالت پر قائم تھا کہ ابو عامر بنانی آ گئے جو کہ اہل حجاز کے واعظ تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ان سے ان کے بھائیوں نے مطالبہ کیا کہ رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں تشریف رکھیں اور انھوں نے ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا۔

جمعہ کی رات تراویح کی نماز کے بعد لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ایک نوجوان آیا اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ابو عامر نصیحت کر رہے تھے، ڈرا رہے تھے، اور اچھے کاموں کی بشارتیں دے رہے تھے، یہ وعظ اس لڑکے کے دل میں اتر گیا۔ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اٹھ کر ماں کے پاس چلا گیا اور اس کے پاس بیٹھ کر کافی دیر روتا رہا اور کہنے لگا: اے امی جان!

زَمَمْتُ لِلتَّوْبَةِ اَجْمَالِیْ
وَرُحْتُ قَدْ طَاوَعْتُ عُذَّ الِیْ

”میں نے توبہ کی راہ پر اپنے اونٹ تیار کیے ہیں اور میں اب ملامت کرنے والوں کی بات مانتا ہوں۔“

وَاُبْتُ وَالتَّوْبَةُ قَدْ فُتِحَتْ
مِنْ كُلِّ عُضْوٍ لِّیْ اَقْفَالِیْ

”میں توبہ کی طرف آیا ہوں، توبہ نے میرے ہر عضو کے تالے کھول دیے ہیں۔“

لَمَّا حَدَا اَلْحَادِیْ بِقَلْبِیْ اِلٰی
طَاعَةِ رَبِّیْ فُكَّ اَغْلَالِیْ۔

”جب میرے دل کی راہنمائی میرے رب کی اطاعت کے لیے کی گئی تو میرے تمام طویل طوق کھل گئے۔“

اَجَبْتُهٗ - لَبَّيْكَ مِنْ مُّوْقِظٍ
نَبَّهَ بِالتِّذْكَارِ اِغْفَالِیْ

”میں نے لبیک کہتے ہوئے بیدار کرنے والے (کی نصیحت) کو قبول کر لیا کہ

جس نے یاد دہانی کے ذریعہ مجھے غفلت سے آگاہ کیا۔"

يَا أُمَّ هَلْ يَقْبَلُنِيْ سَيِّدِيْ
عَلَى الَّذِيْ قَدْ كَانَ مِنْ حَالِيْ

"اے میری ماں! کیا مجھے میرا سید قبول کرے گا جو کہ میں برے حال پر تھا اللہ مجھے معاف کر دے گا۔"

وَاسَوْأَ تَا اِنْ رَدَّ نِيْ خَائِباً
رَبِّيْ وَلَمْ يَرْضَ بِاِقْبَالِيْ

"آہ! یہ کتنی ہی بری بات ہوگی کہ اگر مجھے میرا رب ناکام لوٹائے اور میرے آنے سے راضی نہ ہو۔"

اس کے بعد یہ نوجوان عبادت پر کمربستہ ہوگیا اور بھرپور محنت کی۔ ایک افطاری کی رات کو اس کی ماں نے کھانا اس کو دیا، اس نے کھایا اور کہا: میں بخار کی تکلیف سے دوچار ہوں مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ موت کا وقت آ گیا ہے، پھر اپنے عبادت خانہ میں پناہ بند ہوکر رہ گیا اس کی زبان مسلسل ذکر الٰہی سے تر تھی، وہ چار دن اسی حال میں رہا۔ ایک دن قبلہ رخ ہوا اور کہا: اے میرے اللہ! میں نے تیری بہت ہی زیادہ معصیت کی اور اطاعت کمزور انداز پر کی ہے۔ میں نے تجھے ٹھوس انداز پر ناراض کیا ہے اور ایک لاغر کے طور پر تیری خدمت کی ہے۔

کاش! میں جان جاؤں کیا تو نے مجھے قبول کر لیا ہے یا نہیں، اس کے بعد بے ہوش ہوکر گر پڑا، اس کا چہرہ زخمی ہوگیا، ماں اٹھی اور کہنے لگی:

اے میرے لخت جگر، میری آنکھوں کی ٹھنڈک! مجھے جواب تو دے۔ وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا: اے امی جان! یہ وہی دن ہے جس سے تم مجھے ڈرایا کرتی تھیں اور یہ وہی وقت ہے جس سے تم مجھے خوف دلایا کرتی تھیں مگر آہ! افسوس میرے گزرے ہوئے دنوں پر!

اے امی جان!...... میں اپنی جان پر خوفزدہ ہوں کہ مجھے دوزخ میں طویل عرصہ کے

لیے بند نہ کر دیا جائے۔ امی جی!...... تمہیں اللہ کا واسطہ اٹھو اور اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھو تا کہ میں ذلت کا مزہ چکھوں، شاید اللہ مجھ پر رحم کر دے، ماں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ کہنے لگا: اس کا یہی بدلہ ہے جو برا سلوک کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔

اس کی ماں کہتی ہے کہ میں نے جمعہ کی رات اسے خواب میں دیکھا، گویا کہ یہ چاند ہے۔ میں نے کہا: بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ کہا: میرے درجات بلند کر دیے گئے ہیں۔ ماں نے پوچھا: موت سے پہلے کیا کہا تھا؟ کہا ایک غائبانہ آواز دینے والے نے آواز دی، رحمٰن کو قبول کر لو۔ میں نے کہا: میں نے رحمٰن کو قبول کر لیا۔

ماں کہتی ہے: میں نے کہا: ابو عامر کا کیا بنا؟ کہنے لگا وہ تو بہت دور ہیں۔ کہاں ہم اور کہاں ابو عامر بنانی، وہ بہت اونچے درجہ پر فائز ہے۔

حَلَّ أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ قُبَّةٍ
وَطَّدَ هَا ذُوْالْعَرْشِ لِلنَّاسِ

''ابو عامر تو ایک خیمہ میں براجمان ہیں جسے عرش والے نے لوگوں کے لیے گاڑ رکھا ہے۔''

بَيْنَ حَوَارٍ كَالدُّمٰى خُرَّدٍ
يَسْقِيْنَهٗ بِالْكَاسِ وَالطَّاسِ

''وہ تو ان لڑکیوں کے جھرمٹ میں ہیں جو کہ مورتیوں کی مانند دوشیزاؤں کی طرح ہیں جو ابو عامر کو جام پیش کر کے شراب پلا رہی ہیں۔''

يَقُلْنَ بِالتَّرْخِيْمِ خُذْ هَا فَقَدْ
هُنِيْتَهَا يَا وَاعِظَ النَّاسِ

''اور وہ نہایت ہی دلکش اور دل گداز آواز سے اسے کہتی ہیں کہ اے لوگوں کو وعظ کرنے والے! تم خوش رہو۔''

(كتاب التوابين: ص ٢٦٥، ٢٦)

ایک مبارک تھپڑ

جو میری زندگی بدل گیا!

یہ سطور زندگی کے کسی بھی مرحلے پر میں تحریر کرنے کے حق میں نہ تھی مگر ان کی اہمیت کے پیش نظر اور ان میں عبرت و نصیحت کے پہلو موجود ہونے کی وجہ سے میں انھیں لکھ رہی ہوں۔

میں ایک نوخیز لڑکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کے انعام سے نوازا اور میرے اندھے پن اور ضلالت کے بعد میرے اندر نور بصیرت پیدا کیا۔ میں حیران اور سرگردان پھرنے والی لڑکی تھی، عمر کے اس حصے تک پہنچنے تک میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ میٹھا بھی اور کڑوا بھی، مگر ہدایت سے زیادہ کوئی چیز بہترین ذائقہ نہیں رکھتی، مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول محمد ﷺ کی سنت کے وسیع آنگن کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہیں۔

اب میری عمر اٹھائیس برس ہو چکی ہے اور میں نے ایک دولت مند گھرانے میں زندگی گزاری ہے۔ میرے والد صاحب ہمیشہ سفر میں رہتے تھے تاکہ وہ ہمیں ہماری خواہش کے مطابق اور جو ہم چاہیں اسے وافر مقدار میں مہیا کر سکیں۔ میرے والد صاحب کے کثرت سے سفر پر رہنے کی وجہ سے میرے چال چلن خراب ہو گئے تھے۔

میری والدہ گھر میں ہر کام کرتی تھیں اور یہی ہمارے والد کی بار بار غیر موجودگی میں ہمارے معاملات کی تدبیر کرتی تھیں۔ چھٹیوں میں اکثر ہم سیر و سیاحت کے لیے سفر کرتے،

میرا خیال ہے کہ میں دنیا کے اہم ممالک میں سے اکثر دیکھ چکی ہوں۔ ہم سفر اپنے بعض شناسا لوگوں کے ساتھ کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کی ٹکٹیں ہم نے خود ہی خریدی ہوتی تھیں۔

میری والدہ میرے والد کے عموماً غائب رہنے کی وجہ سے کبھی تو آزاد ہوتیں اور کبھی بڑی شان وشوکت والی ہو جاتیں۔ میرے ماموؤں میں سے کوئی ایک اس کے معاملات میں کوئی دخل اندازی کی جرأت کرتا اور نہ ہی سفر سے روکنے کی ہمت پاتا تھا، کیونکہ یہ ان پر مال خرچ کرتی رہتی اور جب انھیں نقدی کی ضرورت ہوتی تو عطا کر دیتی۔

میں اور میری بہنیں اسی فضا میں پروان چڑھیں، حتیٰ کہ ہم بڑی ہوئیں تو ہم نے پردہ اوڑھنا شروع کر دیا لیکن ہم اس کی ضرورت محسوس نہ کرتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم بیرون ملک سفر کے لیے روانہ ہوتیں تو جہاز میں بیٹھتے ہی پردہ اتار دیتیں۔ یہ ہم اکیلے ہی نہیں کرتے بلکہ طیارے میں سوار اور بھی بہت ساری نوجوان لڑکیاں اسی طرح کرتی تھیں۔ اس سے ہمارے اندر یہ شعور پیدا ہوتا کہ ہم نے اچھا کام کیا ہے۔ ہم راحت اور رضا میں ہو جاتے، اب جہاز رن وے پر پہنچتا اور اس کی سیڑھی سے نیچے قدم رکھتے تو ہمارے خیالات ان چیزوں میں کھو جاتے اور کھلی عیاشی کے کتنے ہی تسلی بخش پروگرام سامنے ہوتے، یعنی کھیل، سیر گاہیں، رقص و سرور، ہوٹل، تیراکی اور دیگر کھیل لیکن زیادہ تر یہی ہوتا کہ میں اپنے وطن والوں یا باہر والوں کے ساتھ اوقات گزارتی یا کھیل کود میں مصروف رہتی۔

میرے والد صاحب نے وہاں ایک پورشن خرید رکھا تھا۔ میں یہ جانتی تھی کہ ہم بہت بڑی خطا کا ارتکاب کر رہے ہیں، چونکہ میرے وطن کی دیگر بہت ساری لڑکیاں یہ کرتی تھیں اور فحاشی و عریانی کے تمام لوازمات اپناتی تھیں، انہیں دیکھ کر میں بھی کرنے لگ جاتی۔ میں بہت سارے مناظر اور افسوس ناک مقامات پر ذلت محسوس کرتی تھی جب کوئی یہ جانتا کہ میں ان کے اسلامی ملک کی رہنے والی ہوں تو وہ بہت حیران ہوتا اور میرے اعمال و افعال پر تنقید کرتا یوں میں دل میں بہت شرمندہ ہوتی۔

میں دیکھتی کہ بہت ساری لڑکیاں اپنا دوست تلاش کرتی ہیں کہ وہ ان کے ساتھ راتیں سیر تماشے میں گزار دیں اور رقص کریں، میں بھی ان میں سے ایک تھی۔ میں یہ بھی جانتی تھی کہ زیادہ تر لوگ ہمیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ہم بے لگام خواہشات کو پورا کرنے میں مصروف رہتی تھیں۔ میں اس موقع کی تلاش میں تھی کہ کبھی فرصت ملے تو میں اپنے غم والدہ سے کہوں اور واپسی کی پختہ خواہش کا اظہار کروں، میں والدہ کو گھر میں پاتی ہی نہیں تھی کیونکہ وہ کلب سے اس وقت واپس آتی جب کافی رات گزر چکی ہوتی، اتنی لیٹ آتی اور تھکی ہوئی آتی تھی، اس وقت انہیں کسی سے بات کرنا گوارہ نہیں ہوتی تھی۔ میں ایسے محسوس کر رہی تھی جیسے مجھ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے، جن کا میں سامنا کر رہی ہوں اور میرا دل تنگ پڑ چکا تھا کہ میری حقیقی والدہ بھی میرے دل کے دکھوں اور غموں کو سننے کا وقت نہیں نکال رہی، تو میں دوبارہ پھر عیش و تماشے میں لگ جاتی، میں انتقام کے جذبے سے پھر عیاشی میں مگن ہو جاتی۔

میں ایک تھیٹر میں گئی جہاں لباس کا نام ہی نہ تھا ہر طرف عریانی ہی عریانی تھی۔ میں رقص کرنے لگی اور جھوم جھوم کر دائیں بائیں بل کھانے لگی، کافی دیر تھرکتی رہی، پھر میں نے مائک پکڑ لیا اور گانا شروع کر دیا۔ میں نے لوگوں سے مطالبہ کر دیا تم جو گانا سننا پسند کرو میں وہی فرمائش پوری کروں گی۔ لوگ میرے اس مطالبے سے حیران ہوئے خصوصاً اس وقت تو بہت ششدر ہوئے جب انھیں یہ بتایا گیا کہ یہ لڑکی خلیج کی رہنے والی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان تماشائیوں میں سے اٹھتا ہے اور بھیڑ کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے میری طرف آتا ہے۔ بہت غصے سے میری جانب بڑھا اور پوری قوت سے مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا، پھر مجھے اسٹیج سے کھینچ لیا اور مجھے میری کرتوت پر سرزنش کرنے لگا۔

میں نے محسوس کیا کہ دنیا گھوم گئی ہے اور میری یادداشتیں گردش کرنے لگی ہیں اور مجھے پیچھے باندھ دیا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میری خطائیں تہہ بہ تہہ ہو کر پہاڑوں کی مانند ہو چکی ہیں۔ میں اپنی قوم، اپنے وطن اور اپنے دین کے لیے باعث ننگ و عیار ہوں۔

نوجوان نے مجھے لعن و ملامت کی اور جو اس کے پاس لباس تھا وہ مجھے دے دیا۔ مجھے ساتھ لیا اور مجھے میرے گھر چھوڑ دیا۔

اس کی باتیں خاکستر بنا دینے والی بجلی بن کر مجھ پر گر رہی تھیں۔ یہ ایک ایسا صدمہ تھا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اسی اثنا میں میرے اعضا بیدار ہو گئے اور زندگی کا سکون میرے دل میں لوٹ آیا، شرم سے میرا ڈھانچہ زمین بوس ہو رہا تھا، میں جب گھر میں داخل ہوئی تو شدید قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔

اب میں اپنے کمرے میں بیٹھی ہوں اور یہاں تک پہنچانے والے ضیاع اور نقصان پر سوچ و بچار کر رہی ہوں۔ گناہوں اور خطاؤں کی المناک جلن سے رو رہی ہوں، اسی کے ساتھ میں نے توبہ کا پختہ عزم کر لیا۔ میں نے غسل کیا، وضو کیا اور نماز پڑھتے ہوئے یقین کی ٹھنڈک میرے سینے میں اتر رہی تھی۔ میری ماں کو کچھ کچھ علم ہوگیا۔ مجھے گھر میں پورے لباس میں دیکھا تو ششدر رہ گئی اور مجھ سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھی۔ تو میں اس سے تکرار کرنے لگی اور اپنے غموں سے آگاہ کیا، اور جو کچھ ہم کر رہے تھے اس کا اشارتاً ذکر کیا اور میں نے واضح کیا کہ ہم غلط راہ پر چل رہے ہیں۔ میں کافی دن بیمار رہی اور میں نے اپنی مصروفیات پر بہت غور و فکر کیا، میری تبدیلی کا ایک مثبت نتیجہ یہ بھی نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے والدہ کو بھی درست راہ دکھا دی۔

ہم وطن واپس آئے گھر پہنچے اور اب ہم نے خود کو تبدیل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ والد نے جب دیکھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں تو اس کوتاہی پر پشیمان ہوا جو ہماری تربیت کرنے میں ان کی طرف سے مصنوعی مصروفیات کی بنا پر رہ گئی تھی۔ اب ہمارے حق میں غور و فکر کیا اور تعمیر و ترقی کی فکر کی اسے اس پر سخت ندامت تھی۔ گھر آ گئے تاکہ نئے سرے سے اس گھر کی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری منگنی کے لیے ایک نوجوان آگے بڑھا جو بہت صالح تھا۔ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور تقویٰ میں اضافہ کر دیا۔ ہماری شادی کا آغاز عمرہ کی ادائی کے دوران بیت اللہ کے وسیع آنگن میں ہوا۔ اب میں ایک نیا

انسان بن کر نمودار ہوئی، مجھے ادراک ہوا کہ میں کتنی سرگردان سرکش اور حق سے دور تھی۔

کعبہ جا کر میں بہت زیادہ روئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ہمارے پہلے اعمال معاف کر دے اور ہمیں ہدایت سے ہمکنار کرنے کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔ ایک نہایت ہی سخت تلخ تجربہ تھا جس سے ہم گزرے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہمارا تعاقب کیا، یوں ہمارا خاندان مکمل طور پر ہدایت اور ایمان کے نور سے سیراب ہوا، اور اب کتاب اللہ سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار کی راہ پر گامزن ہے۔ الحمد للہ۔

اے میرے وطن کی بیٹیو! جس گمراہی کے عمیق غار میں میں گری تھی تم نہ گرنا، پہلی فرصت میں خود کو بچاؤ۔

(مذکرات فتاۃ، محمد بن عبدالعزیز الحمیدی، ص: ۳۹، ۴۳)

نماز کا تارک

جب شاہراہِ ایمان پر گامزن ہوا!

رمضان المبارک کا ایک مبارک دن تھا، جب یہ نوجوان مغرب کی اذان سن کر مسجد کی طرف چل پڑا۔ اس اذان کی آواز پرسکون موجوں کی آواز کے ساتھ مل گئی جو کہ قریب سے اٹھ رہی تھیں۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں یہ نوجوان روزہ افطار کرتے تھے۔

کھجوریں پیش کرتے ہوئے یہ جوان اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ یہ کھجور لے لو۔ وہ کہتا ہے: کہ شکریہ! میں نے روزہ نہیں رکھا۔ اس کے ساتھی نے کہا: بس ویسے ہی ہمارے ساتھ شرکت کرنا تھی تو اس کا کیا فائدہ، لیکن جب نماز کھڑی ہوئی تو وہ نوجوان ان میں شامل ہو گیا۔ جب سے اس نے نماز کو ترک کر رکھا تھا۔ ایسا اس نے پہلی مرتب کیا تھا، آج وہ بڑے طویل وقفہ کے بعد نماز میں شامل ہوا تھا۔

نماز کے بعد ایک نوجوان اٹھا اور اس نے ایک ایمان افروز درس دیا، اس کا ایک ایک لفظ اس نوجوان کے دل کی گہرائی میں اترتا چلا گیا۔

افطاری کے بعد اس نوجوان نے اپنے ساتھی سے اجازت طلب کی کہ میں گھر جانا چاہتا ہوں۔ وہ اس پاکیزہ اجتماع کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ باتیں جو اس نے اس سے پہلے نہ سنی تھیں یا سنی ہوں گی مگر ان پر غور نہ کیا ہو گا، اب اس نے پہلی مرتبہ دل کھول کر سنی تھیں۔ راستے میں وہ گاڑی چلاتے ہوئے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے لگا اور خود کو کوسنے لگا۔

کیا اب بھی دین پر استقامت کا وقت نہیں آیا، اس میں کیا رکاوٹ حائل ہے؟

انہی خیالات میں سرگرداں خلاف عادت وہ آج اپنے گھر میں جلدی پہنچا، اس کی بیوی حیران تھی کہ یہ آج گھر جلدی کیسے آ گیا ہے؟ بیوی نے وجہ پوچھی تو اس نے اسے سارا ماجرہ کہہ سنایا تو وہ بہت ہی خوش ہوئی اور مسرت کے دن آنے پر بہت شاداں اور فرحاں تھی کیونکہ اس سے پہلے اس کی شادی کے ایام غم ہی غم جنم دیتے چلے آ رہے تھے، یہ چونکہ نافرمانیوں کا ارتکاب ہی کیا کرتا تھا اور بیوی سے سنگدلی سے پیش آتا۔ اس تبدیلی پر وہ خوش تھی، فجر سے ایک گھنٹہ پہلے یہ نیند سے بیدار ہوا اور ایسا اس نے ایک طویل مدت کے بعد کیا تھا۔ وضو کیا، نماز ادا کی اور اپنے رب سے سرگوشیاں کیں اور گزرے ہوئے دنوں پر استغفار کیا۔ طویل رکوع اور سجود کیے اور لمبا قیام کیا۔ حتیٰ کہ فجر کی اذان ہوگئی۔

بیوی بیدار ہوئی تو اسے سجدہ ریز حالت میں دیکھا۔ اس تبدیلی پر وہ بہت ہی زیادہ خوش ہوئی اور اس کے قریب ہوکر انتظار کرنے لگی کہ یہ نماز سے فارغ ہو...... لیکن وہ...... سجدہ سے اٹھ ہی نہیں رہا تھا...... وہ اسے ہاتھ لگاتی ہے...... اور کہتی ہے: اٹھو فجر کی اذان ہوگئی ہے...... لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا...... بلکہ پہلو کے بل گر پڑا...... اسے تو موت نے اپنے دامن میں لے لیا تھا...... اور اس حال میں وہ اللہ کو پیارا ہوا کہ سجدہ میں سر رکھے...... وہ اپنے خالق و مالک اور رب کریم سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔

اللہ اکبر...... سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

(قصص من الواقع الشیخ عبدالحمید البلالی، ص: ۴۱، ۴۲)

حیاء باختہ ماڈرن دوشیزہ

حیاء کے گلستانوں میں

میری تمام زندگی مرد وزن کے ملاپ اور بناؤ سنگھار کے بکھیڑوں سے بھری پڑی تھی، اسے میں جس طرح چاہتی اپنی من مانیوں میں مست ہوکر گزار رہی تھی اور میں اپنی ماہانہ آمدنی تنگ و چست اور چھوٹا لباس پہننے پر صرف کر دیتی۔ میک اپ کا سامان جس کے رنگوں کے ساتھ میں اپنا چہرہ رنگنے اور لیپا پوتی کرنے کے بعد ہی باہر جاتی تھی۔ میں سب سے زیادہ قیمتی عطر خریدتی اور جسم پر لگاتی، جب میں گھر سے باہر نکلتی تو بڑی دور سے لوگ میری خوشبو سونگھتے تھے۔ میں بالوں کو جمع کرنے اور انھیں کنگھی کرنے میں جو میری مرضی ہوتی اور خوب صورتی تقاضا کرتی میں اسی طرح کے ماڈرن فیشن کے بال بنانے کی شوقین تھی، اس کا بدل میں پسند نہ کرتی تھی۔

میں سفر پر اکثر آتی جاتی تھی۔ حرام گانوں، طنز و مزاح اور مرد وزن کے میل جول میں میرے یہ سفر گزرتے۔ واللہ! دشمنان اسلام ہنود و یہود اور صلیبی بھی یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان نوجوان ایسے ہی ہو جائیں۔ وہ اتنا ہی نہیں چاہتے بلکہ وہ تو اس چیز کے آرزو مند ہیں کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل جانور بن جائے۔ ان کا مقصد بس شہوت رانی ہو اور کچھ نہ ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک سفر کے دوران ہم گانے لگیں اور مختلف قسم کے لطائف اور لاف گراف اور خوش گپیاں چھوڑنے لگیں، جس سے بس کا ڈرائیور تنگ آ گیا اور بے چین ہوا۔ وہ مذاق کے انداز سے ہماری جانب دیکھنے لگا اور کہا:

کیا تم تمام گانے اچھی طرح گا لیتی ہو۔ ہم نے پورے وثوق سے جواب دیا: ہم گا لیتی ہیں، تم کون سا گانا سننا چاہتے ہو؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس نے ایک اور سوال کر دیا: کیا تم ہر چیز جانتی ہو؟ ہم نے کہا: ہاں، ہم ہر چیز جانتی ہیں۔ کہنے لگا: بتاؤ۔ نبی اکرم ﷺ کی کتنی اولاد ہے۔ ہم سب ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگیں، ہم میں سے کسی کو جواب کی توفیق نہ ہوئی کیونکہ سب اس سے نا آشنا تھے۔

میں ان عورتوں کو ٹھٹھا مذاق کیا کرتی تھی۔ جو گھر ہی کی ہو کر رہ جاتی ہیں اور دینی کام سر انجام دیتی ہیں، جو پردہ کرتی ہیں اور باوقار مکمل لباس پہنتی ہیں، میں پہلے انھیں نشانہ بناتی، پھر کوئی اور کام کرتی تھی۔

اچانک میری ایک سہیلی جو کہ کلاس فیلو بھی تھی، بلاوجہ گھر سے نہیں نکلتی تھی، اور شریعت کی پابند تھی۔ اس نے مجھے شرعی پردہ کرنے کا حکم دیا تو میں اس سے ٹھٹھا کرنے لگی۔ میں اس سے بات کرنا پسند نہ کرتی اور نہ ہی مجھے اس کے پاس بیٹھنا گوارا تھا۔ مگر وہ مجھ سے مایوس نہ ہوئی بلکہ مجھے وعظ اور یاددہانی کراتی رہی اور کچھ کیسٹیں اور مفید کتابچے پیش کرتی رہی حتیٰ کہ میں تھوڑا سا اس کی طرف مائل ہو ہی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے خاوند بھی صالح عطاء کیا تھا جو مجھے اللہ کریم کی طرف رغبت دلاتا رہا اور مجھے نماز کا حکم دیتا تھا۔ اس کی گفتگو سے بھی میں متاثر ہوئی، اس طرح اپنے نہایت ہی عمدہ طریقے سے اس نے میرے اندر ایمان کے راستے پر گامزن ہونے کا جذبہ پیدا کیا اور یہ راستہ مجھے اچھا اور پیارا لگنے لگا۔ اگرچہ میں کامل طور پر دین کی باتوں کو لازم نہ پکڑتی تھی، تاہم یہ مجھے اچھا لگتا تھا، میرے احساسات حرکت میں آ گئے کہ دین کو چھوڑنے سے بیڑا غرق ہو جاتا ہے جو مر گیا سو مر گیا نجات وہی پائے گا جو اسے اپنائے گا۔

میں خواب غفلت سے بیدار ہوئی اور میں نے خود سے ایک واضح سوال کیا کہ یہ غفلت کب تک رہے گی؟ کب تک منہ زور خواہشات کی اسیر ہو کر جیتی رہوں گی۔ شیطان اور نفس امارہ کی غلامی کا طوق کب تک ڈالے رکھوں گی؟ اس طرح میرے دماغ میں بے

شمار سوالات گھومنے لگے۔

غور وفکر کے چند لمحات اور محاسبۂ نفس کے بعد میں اپنی اس فاضلہ بہن کے پاس پہنچی جس کے ساتھ میں بیٹھنا پسند نہ کرتی تھی، تمام فضول گانوں والی کیسٹیں میرے بیگ میں تھیں میں نے اسے دیں کہ وہ ان میں اصلاحی وتربیتی لیکچرز اور دینی تقاریر ریکارڈ کرا دے اور ساتھ ہی میں نے اپنی توبہ کا اعلان کیا۔ میں نے اپنے رب سے عہد کیا کہ اب میری زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں نے تجھے راضی کرنا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ میری موت کا وقت آنے سے پہلے اس نے مجھے ہدایت اور توبہ کی توفیق سے ہمکنار کر دیا۔

(فتیات ضائعات، ص: ۲۵۹، ۲۶۰)

ایک دہشت ناک خواب نے

میری نیندیں اُڑا دیں

خواہ انسان کتنے ہی زیادہ اور مختلف راستوں پر چلے آخرکار یہ دو راستوں کی طرف لوٹ ہی آتا ہے، تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ ایک اچھے لوگوں کی راہ، دوسری برے لوگوں کی۔ انسان اگر طویل زمانہ بھی زندہ رہے تو ساری عمر ایک آنکھ جھپکنے کے برابر معلوم ہوتی ہے۔

ایک جوان رعنا وہ ہو جس کی نشو ونما اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں ہوئی ہو اور ایک نوجوان وہ ہو جو فلموں میں پروان چڑھا ہو، دونوں میں فرق تو ظاہر ہے۔ ایک وہ نوجوان ہو کہ جس مجلس میں حاضر ہو لوگ ہمہ تن گوش اور مکمل خاموش ہو کر اس سے یہ سنیں کہ اللہ کا حکم کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان کیا ہے۔ ایک وہ نوجوان ہو جو موجود ہو یا نہ ہو، اس کے ساتھی اس کا ٹھٹھا مذاق اڑاتے ہیں اور تضحیک کرتے ہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، میں ان نوجوانوں میں سے ایک تھا جو نشانہ تضحیک بنتے تھے۔

میری زندگی برائی و سیاہ کاری کے جھکڑوں اور طوفانوں کی زد میں آ گئی اور پھر لمحہ بہ لمحہ ظلمت و گمراہی کی پستیوں میں گرتی چلی گئی۔ نہ تو میں نماز پڑھتا تھا اور نہ ہی میں مسجد میں جماعت کے ساتھ حاضر ہوتا، میری زندگی میں کافی تبدیلی آ چکی تھی، حتیٰ کہ میری ظاہری شکل و شباہت اور حلیہ بھی یکسر بدل گیا، کبھی میں فرانسیسی بالوں کا اسٹائل بناتا اور کبھی اٹلی کا۔ میرا لباس کوئی معقول لباس نہ تھا بلکہ رسوا کن مغربی لباس تھا جبکہ میرا چہرہ سخت سیاہ ہو چکا تھا۔ اب تو میرے ہونٹ بھی مسکراہٹ سے ناآشنا ہو چکے تھے۔

ایک یا دو سال گزر گئے اور میں اسی حال میں مگن رہا، حتیٰ کہ وعدے کا دن آیا۔ میں ایک ٹولی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا انھیں کوئی فکر نہ تھی۔ صرف یہی کہ گنگناتے، گٹار بجاتے رات کے آخری پہر تک ڈھولک پیٹتے رہے۔ یہ ایک اخلاق سے عاری فحاشی و بدکاری کے علمبردار جوانوں کی ٹولی تھی۔ انہیں کسی نیکی کی پہچان تھی اور نہ ہی کسی برائی پر انکار تھا بلکہ یہ برائی کی ترغیب دیتی اور اسی کا حکم دیتی تھی۔

ایک دفعہ ہم اپنے اسی کھیل کود اور غفلت میں مصروف تھے کہ ہمارے پاس تین صالح اور نیک نوجوان آئے۔ میں اس وقت دین کے پابند لوگوں کو سخت ناپسند کرتا تھا اتنا زیادہ کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تینوں جوان آئے اور ہمیں سلام کیا۔ ہم نے انھیں مرحبا کہا اور بناوٹی حسن سلوک کا اظہار کیا۔ وہ ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم دس افراد تھے، ان دس میں سب سے سخت میں تھا جو ان نیک لوگوں کی تردید و مخالفت اور تحقیر و تذلیل کرتا تھا، جب بھی یہ گفتگو کرتے میں انھیں بے وقوف قرار دیتا، میں ان سے کہتا: تم دعوت دین دوسروں تک پہنچانے کا طریقہ نہیں جانتے۔

ہمارے درمیان بحث و تکرار چلتی رہی تقریباً ایک گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران ہم ان کا مذاق بھی اڑاتے رہے جبکہ وہ اس کے مقابلہ میں صرف مسکراتے تھے اور اچھی بات کرتے تھے۔ جب واپسی کا وقت ہوا تو ان میں سے ایک نے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا: اگر تم اسی روش پر چلتے رہے تو تمہیں ایک عظیم معاملہ پیش آئے گا۔ اس واقعہ کو کئی ہفتے گزر چکے تھے جبکہ میری حالت کسی مثبت تبدیلی کی جانب مائل ہونے کا نام تک نہ لیتی تھی، ایک نافرمانی کے بعد دوسری کے لیے تیار کھڑا ہوتا تھا۔

ایک رات کی بات ہے میں گھر آیا، آدھی رات کا وقت تھا۔ میں اس فسادی جماعت کے ساتھ جاگنے کی وجہ سے تھکا ہوا تھا۔ میں نے خود کو بستر کے حوالہ کیا اور گہری نیند کے بعد خراٹے لینے لگا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک تاریک اور سیاہ گڑھے کے سامنے

کھڑا ہوں جو گرم کھولتے ہوئے تارکول (لک) سے بھرا ہوا ہے، یا جلے ہوئے تل چھٹ سے لبریز ہے۔ میں اسے پھلانگتا ہوں تو میرے آگے ایک سفید گڑھا ہے، میں نے اس طرح کا گڑھا کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اس تاریک و تار گھڑے سے نجات دلا دی ہے۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا تو میری زندگی کی سیاہ کاریوں اور گناہوں پر مشتمل فلم چل پڑی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کیا ہوا؟ میں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں آج ہی مر جاؤں تو کیا میری یہ روسیا کارروائیاں میری سفارش کریں گی کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟

کیا یہ فسادی لچر دوستوں کی جماعت مجھے نفع دے گی؟ جن کا کوئی اور کام نہیں سوائے رات کے آخری پہر میں سونے سے اور انسانیت کی عزت کو دل لگی کی بھینٹ چڑھانے کے۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ آج کے بعد میں تیرے اور تیرے رسول کریم ﷺ کے طریقہ کو اپناؤں گا اور اس فسادی میوزیکل جماعت کو ابھی سے چھوڑتا ہوں۔

یاد رکھیے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی برائی کو اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے عوض اس سے بہتر عطاء کرتے ہیں۔''

(العائدون الی الله، المجموعة الساوته، ص: ۳۵، ۳۶)

میں ۷۰ سال تک اسلام سے کیوں بیزار رہی؟

آنسوؤں کی بھی ایک زبان ہوتی ہے کہ جسے تقریباً ہر ایک فرد سمجھتا ہے:

دیکھ اے دیدۂ تر! یہ تو میرا چہرہ ہے
سنگ کٹ جاتے ہیں پانی کی جہاں دھار گرتی ہے

یہ آنسو احساسات کی تعبیر و ترجمانی کے لیے سب سے زیادہ سچی اور مؤثر حقیقت ہیں لیکن جب اس طرف نظر دوڑائی جائے، جب یہ ٹوٹنے والے حسرت سے لبریز دنوں کے غم میں ڈوبے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ نجات کی مسرت و فرحت کے احساسات کی آمیزش ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دور رہ کر کھیل تماشے میں ضائع کیے ہوئے وقت پر بہائے ہوئے آنسو زیادہ توجہ و قدر کے قابل ہوتے ہیں، حالانکہ دین اسلام زندگی کا بہترین نگران ہے، اسی نے انسانیت کو اس کی طویل مشقت اور ابدی غم سے گلوخلاصی کروائی ہے۔ اسی نے انسانیت کو غلامی کے طوق سے آزاد کیا اور ذلت کی کڑیاں کاٹیں اور رب دو عالم کی عبادت میں اسے لگا دیا۔

جب ہم یہ صورت حال دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم فطری اور پیدائشی مسلمان ہیں، عملی نہیں۔

یہ دل دوز واقعہ جو بیان ہونے والا ہے، یہ اپنے مضمون اور اسلوب میں عجیب و غریب ہے اور دل ناتواں پر حیرت انگیز نقوش رقم کرتا ہے، یہ بتاتا ہے کہ ہم نے کبھی غور و فکر کیا ہے کہ ہماری آنے والی نسل ہماری ملت ہمارے دین کا انکار کر دے گی۔

ایک باپ ہونے کی حیثیت سے آپ کے دل میں کبھی یہ خیال آیا کہ کسی بھی صبح یا

کسی بھی شام اپنے بیٹے کو کافر یا مرتد پائیں گے یہ ایک بہت خطرناک معاملہ ہے اور المناک سانحہ ہے۔ اس عورت کو میں نے دیکھا، وہ مدرسہ کی نماز کی جگہ پر خوف و ہراس کی فضا میں داخل ہوتی ہے۔ اس پر تناؤ نمایاں تھا، میں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا کہ وہ پوری توجہ و انہماک سے قرآن کریم سن رہی تھی، نماز کے بعد درس شروع ہوا تو اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ معلّمہ نے اس کی اس حالت و وضع سے بڑا تعجب کیا اور چاہا کہ اصل بات جان سکے۔ اس کا یہی سوال تھا:

کیا بات ہے میں آپ کو بے قرار اور تناؤ کا شکار دیکھ رہی ہوں اور شدید غم کی علامات آپ پر عیاں ہے؟

اس خاتون نے جواب دیا اور چونکا دیا کہ اے معلّمہ صاحبہ!

کیا آپ جانتی ہیں کہ میں ابھی ابھی اسلام لائی ہوں، ہاں، درست ہے۔ ابھی دین اسلام میں داخل ہوئی ہوں۔ یہ سن کر وہاں موجود ہر فرد حیران ہوگیا لیکن معلّمہ کے چہرے پر اس کی تصدیق کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ وہ مسکراتی ہوئی اور حیرت زدہ ہو کر باہر چلی گئی۔ معلّمہ نے کہا کہ یہ نہ کہو کہ میں اسلام اب لائی ہوں، ہم سب مسلمان ہیں بلکہ یہ کہو کہ میں ہدایت سے کنارہ کش ہوگئی تھی میں نے اب ہی ہدایت پائی ہے۔ پہلے میں نافرمانی کے عذاب میں گرفتار تھی اب میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا عہد کیا ہے۔

آپ ایک معروف خاندان سے ہو، یہ مناسب نہیں کہ آپ ایسی بات منہ سے نکالیں۔ اس خاتون نے کہا: میں جانتی ہوں آپ اس کی تصدیق ہرگز نہیں کریں گی کیونکہ میں ایک بہت بڑی بات منہ سے نکال رہی ہوں لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے جو میں بیان کر رہی ہوں۔ معلّمہ نے کہا: یہ کیسے حقیقت ہے؟ ذرا وضاحت سے بتائیں۔ تو اس نے جواب دیا:

جب ہماری تربیت کا معاملہ ہمارے ملازموں کے سپرد کر دیا جائے اور ہمارا لباس تبدیل کرنے والیاں اور ڈرائیور ہماری تربیت کے ذمہ دار بن جائیں...... اور ہماری فطرت

سلیمہ کی کھیتی میں ہماری ماں نے ایمان کا بیج ہی کاشت نہ کیا ہو...... اور ثروت و دولت کے حصول کی بھاگ دوڑ ہر وقت لگی ہوئی ہو...... اور ہماری زندگی بے کاری و فراغت کے حوالے کر دی گئی ہو...... ہمارا عقیدہ انحراف کا شکار ہو چکا ہو...... ماں دنیا کی ہر چیز میں مصروف ہو مگر صرف ہماری اسے خبر نہ ہو...... اور چیز کی فکر ہو، اس کا عقیدہ ہو کہ ملازمہ پرورش کرنے والی، ڈرائیور اور مدرسہ یہ کافی ہیں، ماں کی ضرورت نہیں...... تو پھر ایسے حالات میں ''دین'' کہاں سلامت رہتا ہے!!؟ جب میری تربیت اس حال میں ہوئی ہو کہ کبھی کلمۂ حق میرے کان میں نہ پڑا ہو اور نہ ہی میری طرف کوئی توجہ دی گئی ہو۔ آپ جانتی ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ)) (بخاری، مسلم)

''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے (جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو) اس کے ماں باپ اسے یہودی، یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

یہ حدیث میری حقیقت واضح کر رہی ہے، میں فطرت پر پیدا ہوئی لیکن میری دیکھ بھال اور پرورش کرنے والی عیسائی آیا نے مجھے اپنا دین سکھایا اور دین اسلام سے دور کر دیا۔ اجنبی مدرسہ نے جو کہ یورپین تھا، میرے دل میں مغرب سے محبت اور دوستی کا بیج بویا اور اسلام کے خلاف میرے جذبات بھڑکائے اور یہ تاثر دیا کہ یہ پستی کا دین ہے اور ہمیشہ میری نگاہ میں میرے دین کو بدنما ظاہر کر کے پیش کیا۔

معلّمہ نے خاتون سے پوچھا کہ تمہاری عیسائی آیا جو کچھ کہتی تھی تم اس سے استفسار و وضاحت طلب کیوں نہیں کرتی تھیں اور تمہیں ان نظریات کی صحت پر شک کیوں نہیں گزرتا تھا!؟

خاتون کہنے لگی: میں ابھی بہت چھوٹی تھی، میرے پاس والدہ نہ تھی جس سے میں سوال کرتی، میں پوچھتی تھی مگر مجھے جواب دینے والا کوئی نہیں ملتا تھا، اس لیے میں اپنی عیسائی

آیا اور پرورش کرنے والے نوکروں کی ہر بات کو سچا مانتی تھی اور جو بھی وہ میری یورپین آیا کہتی میں اس پر اعتماد کرتی۔

اب یہ مسکین خاتون اپنی بات کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے کہتی ہے:

میں بڑی ہو چکی ہوں۔ میں ماں کی غفلت میں زندگی گزارتی رہی ہوں اور میرا باپ بھی میری دینی و روحانی تربیت سے بے خبر ہے اور مجھ پر کسی گھر والے کی نگرانی نہیں، برسا برس گزر چکے ہیں مجھے میری ماں نے کبھی نماز کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی مجھے نماز فجر کے لیے بیدار کیا تھا۔ کیا آپ یقین کریں گی ماں کو یہ بھی علم نہیں کہ میں نے روزے بھی رکھے ہیں یا نہیں، یہ سب میرے اور ان کے درمیان ملاقات نہ ہونے کی خلیج کی وجہ سے ہے۔ عرصۂ دراز سے غفلت جاری تھی، کئی سال میں نے عمر کے گھاٹے و نقصان میں گزارے ہیں، ہائی سکول میں طالبات نے میرے بعض تصرفات، نظریات و خیالات اور سرگرمیوں کو نوٹ کیا، میری کلاس فیلوز میرے معاملہ میں شک میں پڑ گئیں، میں ان کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتی تھی اور نہ ہی ان کے لیکچرز سنتی تھی، اور نہ ہی ان کے لٹریچر کو پڑھتی تھی، اور نہ ہی میں عید گاہ میں جاتی تھی۔

میری کلاس فیلوز نے یہ کیا کہ میرا معاملہ ایک معلّمہ تک پہنچا دیا جو دعوت کا کام بھی کرتی تھی، جو تعلیم کی امانت اور دعوت کے معاملہ کی عظمت کا احساس رکھتی تھی۔ اس نے میری زندگی کی مکمل تحقیق کی۔ آخر کار وہ میری مشکل جان گئی اور اس کی گہرائیوں تک جا پہنچی، اور میرے اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ دور ہونے کا سبب جان گئی، اور وہ گمراہی کی تاریکی تک پہنچ گئی جس میں میں زندگی گزار رہی تھی۔

اس نے مجھے نہایت ہی نرمی سے پکڑا اور درپیش معاملات کی وضاحت کی۔ وہ قدم کے ساتھ قدم اٹھاتی ہوئی مہمان خانے تک مجھے لے گئی اس نے سکول سے باہر اور سکول کے اندر لیکچر دینے شروع کیے جبکہ میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتی تھی۔ میں اس کے دعوت دین پر مشتمل دروس سن کر کانپ اٹھی اور اپنی باقی ماندہ زندگی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ

نے معاملہ آسان کر دیا اور میرا سینہ کھل گیا، میں نے سچی توبہ کا اعلان کیا اور اس تربیت کرنے والی فاضلہ کے ہاتھوں میں اللہ کی طرف لوٹی۔

اے معلّمہ! اب تک میں ندامت وحسرت کے آنسو بہا رہی ہوں کہ میں نے اتنی عمر ضائع کر دی، میں اس پر ماتم کرتی پھر رہی ہوں۔

اور پھر کہنے لگی: میں نے عرصۂ دراز سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ نہیں کیا۔ اب میری ۱۷ سال کی عمر ہے۔ میری عمر ضائع ہو گئی، میری جوانی رخصت ہوئی اور میں اب بھی اللہ تعالیٰ سے دور ہوں۔ میں غلط اعتقادات کی رو میں بہہ گئی اور وہم وگمان کی نذر ہو گئی اور افکار پریشان میں کھو گئی، وجہ یہ تھی کہ میری امی اسلام کے متعلق بالکل آگاہ نہ تھی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی اور قطعاً نا آشنا تھی کہ میری بیٹی اسلام سے نکل چکی ہے، کہ کس طریقہ سے اسے واپس اسلام کے محفوظ حصار میں لایا جا سکے۔

(مأساة طالبة، نورة فرج السبيعى، ص: ۵۸-۶۱)

وہ اپنی محبوبہ کو ملنے جارہا تھا کہ ہدایت مل گئی!

فضیل اکیلے ہی رہزنی کی وارداتیں کرتا تھا۔ایک رات رہزنی کے لیے نکلا تو ایک قافلہ تھا جو رات ہی پہنچا تھا۔ قافلے والے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس بستی سے راہ بدل لو، یہاں سامنے سے ایک آدمی آتا ہے جسے ''فضیل'' کہتے ہیں، اور وہ لوٹ لیتا ہے۔ اور اب یہ فضیل ہی سے پوچھ رہے تھے: ہمیں راستہ بتاؤ۔ فضیل نے جب یہ سنا تو کانپنے لگا، کہا: میں ہی فضیل ہوں گزر جاؤ اور واللہ! آئندہ برس میں پوری کوشش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہ کروں اور پھر اپنا رویہ بدل لیا۔

ایک روایت میں ہے جب قافلہ والوں نے کہا: ہمیں فضیل کے ڈاکہ سے بچاؤ تو فضیل نے ان کی مہمانی کی اور کہا: تم فضیل سے بے خوف ہو جاؤ، اور پھر ان کے جانوروں کے لیے چارہ ڈھونڈنے چلا گیا، جب واپس لوٹا تو ایک تلاوت کرنے والے سے سنا وہ تلاوت کر رہا ہے:

﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الحدید: ۱۶/۵۷)

''کیا ایمانداروں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔''

یہ سن کر کہا: واللہ! کیوں نہیں، وہ وقت آ گیا ہے۔ یہ اس کی توبہ کی ابتدا تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فضیل کی توبہ کا ایک اور سبب بیان کیا ہے۔ فضل بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ فضیل بن عیاض ایک شاطر آدمی تھا۔ یہ بیورد اور سرخس کے درمیان رہزنی کی وارداتیں کرتا تھا۔ یہ ایک لڑکی پر فریفتہ ہوا اور دیواریں پھلانگ کر اس کے پاس جا رہا تھا اس دوران

اچانک سنا کہ ایک آدمی تلاوت کر رہا ہے، اس آیت کی جو اوپر گزری ہے۔ اسے سن کر واپس لوٹ آیا اور ایک ویران جگہ پر پناہ لی، اس میں قافلہ تھا۔ قافلے میں سے ایک نے کہا: ہم یہاں سے کوچ کر جائیں۔ دوسرے نے کہا: صبح جائیں گے کیونکہ راستے میں فضیل ہے وہ لوٹ نہ لے۔ فضیل کہتا ہے: میں نے سوچا میں نافرمانیوں کے حصول میں کوشش کر رہا ہوں اور مسلمان قوم مجھ سے ڈرتی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے ان کی طرف اسی لیے ہانک کر لایا ہے کہ میں رک جاؤں اور ظلم و زیادتی چھوڑ دوں اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا:

اے میرے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں اپنی توبہ بیت الحرام کے پڑوس میں کرتا ہوں۔

ابراہیم بن اشعث کہتا ہے میں نے ایک رات فضیل کو سنا وہ سورۂ محمد ﷺ کی تلاوت کرتا ہے اور زار و قطار روتا ہے اور اس آیت کو دہراتا جاتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَ اَخْبَارَكُمْ﴾

(محمد: ۳۱/۴۷)

''ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے، حتیٰ کہ ہم جان لیں تم میں سے مجاہد کون ہے اور صبر کرنے والا کون ہے۔ اور ہم تمہارے حالات کا پورا پورا جائزہ لیں گے۔''

اور یہ پڑھنے کے بعد کہ ہم تمہارے جزوں کا جائزہ لیں گے۔ اسے بار بار دہراتا رہا اور کہتا رہا اگر تو نے ہماری خبریں آزمائیں تو ہم رسوا ہوں گے، ہماری پردہ دری ہوگی، اگر تو نے ہمیں آزمایا تو ہم ہلاک ہوں گے عذاب میں پھنس جائیں گے۔

وہ اس تبدیلی کے بعد بہت زیادہ خوفزدہ تھا کہ کہیں یہ ریا کاری نہ بن جائے خود کو کہتا تھا کہ تو نے لوگوں کے لیے زیبائش اختیار کی اور بناوٹ سے کام لیا اور تو نے ان کے لیے تیاری کی تو ہمیشہ ریا کاری کرتا رہا، حتیٰ کہ تو لوگوں میں مشہور ہوگیا تو لوگ کہنے لگے: تو ایک نیک آدمی ہے انھوں نے تیری حاجتیں پوری کیں اور تیرے لیے مجالس کشادہ کیں اور تیری تعظیم کی، ناکامی ہے تیرے لیے تیرا حال کتنا برا ہے۔

اگر تو یہ کر سکے کہ معروف نہ ہو تو یہ کر لے کوئی حرج نہیں، اگر تو معروف نہ ہو گا کوئی حرج نہیں، اگر تیری تعریف نہ ہو گی کوئی حرج نہیں، لوگ تیری مذمت کریں جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو قابل تعریف ہو، یہ درست ہے۔

(کتاب التوابین، ص: ۲۲۷، ۲۲۸، تھذیبالتھذیب، ص: ۸/ ۲۹۴)

بوائے فرینڈشپ کی رسیا پر توبہ کے دروازے کھلتے ہیں

میں بائیس برس کی نوجوان لڑکی تھی۔ پہلے میں ایک ایسی بیٹی تھی جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتی تھی۔ نماز اور صلہ رحمی کی پابندی کرتی تھی اور لوگوں کے ساتھ میرے برتاؤ کی کیفیت مثالی تھی۔

آپ مجھے اجازت دیجیے میں بغیر لگی لپٹی کے بات کہہ دوں۔ میں محبت کے تبادلہ کے طریقہ کو خوب جانتی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میری عمر پندرہ برس تھی۔ میں جانتی تھی کہ یہ بہت غمگین کرنے والی اور انجام کار کے لحاظ سے رسوائی والی بات تھی۔ اس کے باوجود میری حالت یہ رہی کہ ایک نوجوان سے لگائی دوسرے سے توڑی، دوسرے سے جوڑی تیسرے سے توڑی۔ انہوں نے مجھے اپنے ہاتھوں پتلی بنا رکھا تھا۔ وہ میرا خوب تماشا کرتے تھے۔ لیکن ایک بات ہے میری جسمانی شرافت، عفت و عصمت اور عزت ابھی تک محفوظ تھی، لیکن نفسیاتی شرف افسوس کہ لت پت ہو چکا تھا اور بوسیدہ ہو چکا تھا۔ (یعنی میرا جسم کسی آلودگی و بدکاری میں پڑنے سے بچا ہوا تھا)

میری یہ حالت بیس برس کی عمر تک رہی، جب میں بیس برس کی ہوئی تو اس دن میں نے عہد کرلیا کہ میں کبھی کسی نوجوان سے ایسی بات نہ کروں گی کیونکہ میں جان گئی تھی کہ ان کی غرض فقط چند ساعتوں کا جسمانی تسلط جمانا اور حرام لذت حاصل کرنا ہے۔ مجھ سے شادی کرنا نہیں۔ میں نے دل سے کہہ دیا کہ اب دوستانہ چالبازیاں نہیں چلوں گی۔

ایک دن میں اپنی سہیلی کے ساتھ گھر سے باہر بے پردہ تھی، اور میری یہ سہیلی بھی بغیر پردہ کے تھی۔ میں گاڑی میں اپنی سہیلی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ میں نے اس سے کہا: فلاں فلاں

گانا سنا ہے؟ وہ بہت اچھا ہے۔ وہ کہنے لگی: میں گانے نہیں سنتی۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگی: گانے ''حرام'' ہیں۔ میں بھی جانتی تھی یہ ''حرام'' ہیں، اس لیے میں خاموش رہی۔

میں گھر واپس آئی تو میں اس بات وعزم پر کمربستہ ہوگئی کہ گانوں کی تمام کیسٹیں یہاں سے نکال دینی ہیں۔ میں نے خود سے کہا: جب میں یہ جانتی ہوں کہ یہ حرام ہیں تو پھر میں انہیں کیوں سنوں؟ میری سہیلی جوحرام کہتی ہے اور سنتی بھی نہیں، میں بھی تو اس جیسی ہوں۔ میں نے عزم کرلیا کہ چونکہ یہ حرام ہیں اس لیے میرا اب گانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں اپنی پیاری سہیلی کا شکریہ ادا کروں گی کہ اس نے اس معاملہ میں میری راہنمائی کی ہے۔

اس کے بعد میں نے باہر نکلنا کم کردیا۔ بغیر ضرورت کے نہ نکلتی تھی۔ یہی حالت تھی کہ رمضان المبارک آ گیا۔ جب رمضان آیا تو سبحان اللہ! میں نے ایک اندرونی خوشی محسوس کی کہ میرے رب نے مجھے زندگی میں رمضان دیکھنا نصیب کیا ہے۔

رمضان کے شروع کے دنوں میں، میں ایک تنگی محسوس کرنے لگی۔ اس غم یا تنگی کے سبب کا مجھے علم نہ تھا۔ میں نمازِ تراویح کے لیے جاتی اور نماز میں ہی زار و قطار روتی رہتی۔ میری سہیلی نے کہا: کیا بات ہے روتی کیوں ہو؟ میں نے کہا: غم کا سبب کیا ہے، میں نہیں جانتی اور نہ ہی مجھے اپنے سینے کی تنگی کی وجہ معلوم ہے۔ اس کے باوجود آنسو ہیں کہ رکنے کا نام نہیں لیتے۔

میری یہ کیفیت رمضان سے پہلے دو ہفتوں تک رہی۔ ایک دن اسی ماہِ رمضان کی ایک بارش والی رات تھی۔ نمازِ تراویح تھی، ہم مسجد کے باہر والے حصہ میں نمازِ تراویح ادا کررہی تھیں اور بارش ہورہی تھی، ہم نماز پڑھتی رہیں۔ وتروں میں جب امام نے دعا کرائی تو میرا دل ہل گیا اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں سہیلی کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: میں تو اب پردہ بھی کیا کروں گی۔ یہ میرا اقرار آخری تھا۔ میری سہیلی نے جواباً کہا: اب وہ بھی پردہ کرے گی۔ ان شاء اللہ

اس کے بعد الحمدللہ میں نے تمام گناہوں اور نافرمانیوں سے کنارہ کشی اِختیار کرلی جو سابقہ زندگی میں کرتی رہی تھی۔ میں نے دینی دروس اور مجالس میں جانا شروع کردیا تاکہ دین اور ایمان میری رگ رگ میں دوڑے جیسے کہ خون گردش کرتا ہے۔

یہ میری توبہ کا واقعہ ہے۔ میں آپ سے آرزومند ہوں کہ آپ میرے لیے دین پر ثابت قدمی کی دعا کریں۔ میری آخری دعا یہی ہے:

اے دلوں کو ثابت رکھنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔ اے میرے اللہ کریم، اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنی اطاعت کی طرف َ رنا۔

(موسوعة القصص الواقعیہ، ص: ۴)

حسن کا جادو جگانے والی ایک حسینہ کے آنسو

وہ ایک پیکر حسن و جمال عورت تھی جو بھی اسے دیکھتا اس کی فتنہ سامانی کے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا، وہی بچتا تھا جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

ایک دن اس نے اپنے چہرے کی طرف دیکھا، آئینہ دیکھ کر اپنے خاوند سے کہتی ہے: جناب تمہارا کیا خیال ہے کوئی یہ چہرہ دیکھے اور فتنے میں مبتلا نہ ہو، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس کے خاوند کو چاہیے تھا کہ یہ سن کر اسے نصیحت کرتا، تقویٰ اور پاک دامنی کا حکم دیتا، نافرمانی اور غرور سے اسے روکتا اور کہتا:

آئینہ میں کیا دیکھتے ہو اپنا منہ
اس ناز کو انداز کو پوچھو میرے جی سے

جیسے کسی شاعر نے اس حقیقت کی یوں عکاسی کی ہے:

منہ دیکھ لیا آئینے میں
مگر داغ نہ دیکھا سینے میں
دل ایسا لگا جیسے میں
ہونے کو مسلمان بھول گئے

لیکن وہ کوئی غیرت سے خالی دیوث خاوند تھا۔ اس نے اس سوال کا جواب ہاں میں دیا اور کہا کہ تم درست کہتی ہو۔ اور کہا: ایک آدمی ہے، جو اس رخ جہاں آراء کو دیکھے گا، تبسم خیز دانتوں پر نظر ڈالے گا، اور اس نرم و نازک جسم کی نزاکتوں کا دیدار کرے گا، مگر اس حسن فتنہ آراء کا اسیر نہ ہوگا۔ اس عورت نے کہا: وہ کون ہے؟

خاوند نے کہا: وہ عبید بن عمیر ہے، جو کہ ایک متقی شخص ہے۔

اب اس (عورت) کو ان کا جنون ہو گیا اور تعجب میں پڑ گئی کہ میں اسے بھی دیکھ لیتی ہوں کہ کتنا متقی و پرہیز گار بنا پھرتا ہے۔ بڑی ڈھٹائی والی تھی۔ خاوند سے کہنے لگی: مجھے انہیں آزمانے کی اجازت دو۔ یہ بھی دوسروں سے علیحدہ نہیں۔ میں انہیں بھی آزما کر دیکھ لیتی ہوں۔ یہ اپنی عبادت بھول جائیں گے اور میرے جمال، حسن اور ناز و ادا کے پیچھے رال ٹپکاتے پھریں گے۔ اے مردوں کے گروہ! تم باتیں ہی کرتے ہو میدان عمل میں ٹھہرتے نہیں۔

خاوند نے کہا: میں تجھے اجازت دیتا ہوں۔

افسوس! یہ کیسے اجازت دے رہا ہے کہ ایک اجنبی آدمی کے سامنے کھل کر جائے اور نخرے دکھائے اور لچکتی ہوئی اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک بندے اور ہدایت و اصلاح کے ائمہ میں سے ایک امام کے سامنے فتنہ انگیزی کے لیے حسن کا جادو جگائے۔ یہ عورت عبید بن عمیر کے پاس جاتی ہے جو کہ مسجدِ حرام میں تھے۔ یہ ایک فتویٰ طلب کرنے والی کے روپ میں گئی اور مسجد کے ایک کونے میں ان کے پاس ٹھہر گئی، چہرے سے پردہ ہٹا دیا اور چاند کے ٹکڑے کی مانند چہرہ ظاہر کیا اور دیکھنے لگی کہ کیا عبید بن عمیر متاثر ہوتے ہیں کہ نہیں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کی بندی! پردہ کرو، کہنے لگی: مجھے آپ سے بہت پیار ہو گیا ہے۔

قارئین کرام! غور کریں۔ اس مقام پر ٹھہریں اور سوچیں! ہمارا ایسے وقت میں کیا ردعمل ہوگا۔ اگر یک عورت جو حسن و جمال کا کوہِ گراں ہو، چہرے سے نقاب ہٹا دے اور خود کو سپرد کرتے ہوئے کہے کہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ ہم کیا کریں گے!!؟

لیکن عبید بن عمیر نے کہا: میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اور اگر تو مجھ سے سچی بات کہے گی تو میں تیرے معاملہ میں سوچوں گا۔ کہنے لگی: جو بھی کہو گے میں سچ بتاؤں گی۔

کہنے لگے: مجھے بتا اگر موت کے فرشتے تیرے پاس تیری روح قبض کرنے آ جائیں

تو کیا تجھے یہ اچھا لگے گا کہ میں اس وقت تیری یہ حاجت پوری کروں اور جو تیرا ارادہ ہے میں اس کی اتباع کروں۔ کہنے لگی: اللہ جانتا ہے میں ایسا ہرگز نہیں کہوں گی۔ انہوں نے کہا تو نے سچ کہا اور مزید کہنے لگے۔

اگر تو قبر میں داخل ہو اور تجھے سوال و جواب کے لیے بٹھا دیا جائے۔ کیا تجھے یہ اچھا لگے گا کہ جو تو مجھے کہتی ہے میں وہ کروں؟ کہنے لگی: نہیں، کہا: تو نے سچ کہا ہے۔

اور مزید کہنے لگے: اگر لوگ اپنے اعمال نامے دیئے جا رہے ہوں اور تجھے کوئی پتا نہ ہو کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ہے یا بائیں ہاتھ میں، کیا مجھے یہ بھلا لگے گا کہ میں اس موقع پر تیری یہ شیطانی خواہش پوری کروں؟ کہنے لگی: نہیں، کہا: تو نے سچ کہا۔

مزید کہنے لگے: اگر تو پل صراط سے گزرنا چاہتی ہو اور تجھے پتا نہ ہو کہ تو نجات پائے گی یا ہلاک ہوگی، کیا اس وقت تجھے یہ اچھا لگے گا کہ میں تیری یہ خواہش والی بات مانوں۔ کہنے لگی: نہیں، کہا: تو سچ کہتی ہے۔ پھر اس عورت سے کہا: اللہ سے ڈر جا! اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور تجھے (حسن و خوبصورتی کے) انعام سے نوازا ہے اور اسے یہیں چھوڑ کر خود تجھے قبر میں عنقریب جانا ہے۔

اب عورت نے اپنے دل میں جھانکا۔ عبید بن عمیر کی باتوں نے اس عورت کے دل و دماغ کی گہرائی میں اتر چکی تھی۔ جو اس نے کہا تھا اس پر پشیمان ہوئی اور پھر اپنے گھر جب لوٹی تو ندامت کے آنسو بہا رہی تھی۔ اب یہ اپنے فتنہ پرور حسن کی فتنہ سامانیوں سے توبہ کر چکی تھی اور رو رہی تھی۔ جب اس کے خاوند نے دیکھا تو اس سے کہا: کیا بتایا ہے۔ کہنے لگی: تم اور ہم سب بے کار ہیں، پھر نماز اور روزہ پر لگ گئی اور کوب عبادت میں مصروف ہوگئی۔

(روضته المحبین، ص: ۳۴۵، ۳۴۶، المنتقیٰ من ذم الھویٰ، ص: ۱۲۱، ۱۲۲)

تَفْنِی اللَّذَاذَةُ نَالَ صَفْوَتَهَا
مِنَ الْحَرَامِ وَيَبْقَى الْإِثْمُ وَالْعَارُ

''جو لذت حاصل کرتا ہے تو یہ حرام لذت تو ختم ہو جاتی ہے مگر گناہ اور عار باقی رہتے ہیں۔''

تَبْقٰی عَوَاقِبُ سُوْءٍ فِیْ مَغَبَّتِهَا
لَخَیْرَ فِیْ لَذَّةٍ مِّنْ بَعْدِهَا النَّارِ

''شراب نوشی کے برے انجام باقی رہتے ہیں اور اس کی لذت میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد ٹھکانا دوزخ میں ہو۔''

(عندما ینتصر العفاف ، خالد ابو صالح ، ص: ۷۳، ۷۴)

ریاضی دان جب شریعت دان بن گیا

ہم میں سے کون ہے جو ہمارے شیخ، سعید بن مسفر حفظہ اللہ کو نہ جانتا ہو۔ بہت عمدہ لیکچرز دیتے ہیں اور ان کا اسلوب نہایت ہی بلیغ اور مؤثر ہوتا ہے۔ طویل عرصہ سے، جم غفیر کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ان کی ہمت کی بلندی دیکھ کر انہیں شعبہ شریعت میں لے لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ ان سے زیادہ عمر رسیدہ پہلے سے وہاں موجود ہیں، لیکن انہیں ترجیح دی گئی ہے اور یہ عہدہ ان کے سپرد کیا گیا ہے، بلکہ انہوں نے اپنا رستہ خود نکالا ہے کہ انہوں نے ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور علم کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں، اور دعوت کا کام بھی کرتے ہیں۔

ہماری طرح قارئین کرام بھی جانتے ہوں گے کہ شیخ سعید کبھی ریاضی کے انسپکٹر ہوا کرتے تھے لیکن یہ ایسے ریاضی کے انسپکٹر نہ تھے جیسا کہ ایک مسلمان ہوتا ہے کہ اسلام پر کاربند ہو اور پورا پورا عمل کرتا ہو۔ آیئے! ذرا دیکھیں کہ کس چیز نے ان کی زندگی تبدیل کی۔ ہاں، لوگ یہ پوچھتے ہیں۔ ہم وضاحت پیش کرتے ہیں:

ایک مبارک ملاقات میں بعض حاضرین نے ہم سے ان کی ہدایت کے آغاز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے خود اپنی آپ بیتی سنائی۔ کہتے ہیں:

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر ہدایت کی ابتدا ہوتی ہے۔ میں فطری طور پر اللہ پر ایمان رکھتا تھا۔ جب میں چھوٹی عمر میں تھا تو میں عبادتوں کی مشق کیا کرتا تھا۔ درمیان میں کمزوری پیدا ہو جاتی اور اس آرزو پر ٹال دیتا کہ جب میں آدھی عمر کو پہنچوں گا تو عبادت کروں گا۔ میں نماز میں سستی کرتا اور وقفے ڈال دیتا۔ کبھی پڑھتا کبھی نہ پڑھتا۔ جب میں جنازے میں

حاضر ہوتا یا قبرستان جاتا یا مسجد میں وعظ سنتا تو میرے ایمان میں اضافہ ہوتا۔ میں نماز کی حفاظت کرتا، یہ کچھ وقت تک ہوتا اور ساتھ ہی سنتوں کی پابندی کرتا، پھر ہفتہ یا دو ہفتہ بعد میں سنتوں پر عمل چھوڑ دیتا اور پھر دو ہفتہ بعد فرض نمازیں بھی چھوڑ دیتا، پھر کوئی اور مناسب سی صورت حال پیدا ہوتی تو مجھے نماز پڑھنے پر آمادہ کرتی۔

جب میں ایک پختہ آدمی کی عمر کا ہوا اور سمجھداری کی عمر پائی تو میں نے اس نیکی کی مقدار سے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ میں اپنی طبعی سرکشی پر باقی رہا اور باقاعدگی کے ساتھ میں نمازوں کی حفاظت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ عموماً قاعدہ ہے جو کسی چیز پر جوان ہوتا ہے اسی پر بوڑھا ہوتا ہے۔

میں نے شادی کی، میں کبھی نماز پڑھ لیتا اور کبھی نماز چھوڑ دیتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ فطری ایمان میرے اندر موجود تھا۔

اللہ کی حکمت سے ایک مناسب موقع پیدا ہوا۔ میں ایک جگہ پر اپنے دینی بھائی اور اللہ کے لیے محبت کرنے والے، شیخ سلیمان بن محمد بن فالج، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت ڈالے ان سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ ۱۳۸۷ھ کی بات ہے۔ میں اپنے دفتر سے نکل رہا تھا میں تربیت ریاضی کا انسپکٹر تھا اور میں وہی لباس پہنتا تھا جو ریاضی دانوں کا ہوتا ہے۔ میری ان سے ملاقات وزارت تعلیم کے دروازے پر ہوئی۔ یہ مالی معاملات کے شعبہ کے دفتر سے نکل رہے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا کیونکہ یہ میرے تعلیمی ساتھی تھے۔ سلام کے بعد میں نے انہیں الوداع کہنا چاہا تو انہوں نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے کہا: میں گھر جا رہا ہوں تاکہ آرام کروں۔ میری عادت تھی میں کام سے فارغ ہوکر مغرب تک سو جاتا اور میں نماز عصر نہ پڑھتا تھا۔ یہ اس وقت ہی پڑھتا، جب میں مغرب سے کچھ پہلے بیدار ہوتا اور میں نے روزہ رکھا ہوتا تھا۔

شیخ نے کہا: نماز عصر میں تھوڑا سا وقت ہے، نماز پڑھ کر سو جانا۔ اگر ہم کچھ دیر پیدل چلیں تو کیا خیال ہے، یہ پسند کرو گے؟

میں نے ان کی ہمنوائی کی اور اب ہم پیدل چل رہے تھے۔ وادیٔ ''ابھا'' نام کی ایک بلند جگہ تھی ہم اس پر چڑھ گئے۔ وہاں تالاب تھا اور سایہ دار درخت تھے۔ عمدہ نم کے پھول تھے۔ ہم وہاں بیٹھ گئے، حتی کہ نمازِ عصر کا وقت ہوا۔ ہم نے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ پھر واپس لوٹے۔ راستے میں شیخ نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک حدیث سنائی۔ میں نے یہ مشہور حدیث پہلے بھی سن رکھی تھی مگر شیخ نے مجھے دوبارہ سنائی، جب وہ یہ پڑھ رہے تھے تو میرا دل کھلتا جا رہا تھا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ میں نے یہ حدیث پہلی مرتبہ سنی ہے۔

یہ حدیث وہ ہے جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی ہے۔ جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، انصار کے ایک آدمی کے جنازہ میں تھے۔ جب ہم قبر تک پہنچے تو ابھی لحد نہیں بنائی گئی تھی۔ قبر تیار ہونے والی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ اتنے مؤدب تھے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اگر حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ جس کے ساتھ آپ زمین کریدتے ہوئے نیچے دیکھ رہے تھے۔ متفکر حالت میں سر مبارک اٹھایا اور کہا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو! یہ آپ نے دو یا تین مرتبہ کہا اور پھر کہا: ایک مؤمن آدمی جب دنیا سے رابطہ منقطع کر رہا ہوتا ہے اور آخرت کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جن کے چہرے سفید ہوتے ہیں۔ پھر اول تا آخر مکمل حدیث سنائی کہ نیک آدمی کو خوشخبری دیتے ہیں اور زمین سے آسمان تک اس کی خوشبو پھیلتی ہے جبکہ برے آدمی کو گرز ماری جاتی ہے اور اس کی بو پھیلتی ہے اور اس روح کو آسمان سے سجین میں پھینک دیا

جاتا ہے۔

جب ہم اُبھا میں داخل ہوئے تو یہ حدیث مکمل ہو چکی تھی۔ اب ہم یہاں سے جدا جدا ہونے والے تھے کیونکہ ہم نے اپنے اپنے گھر جانا تھا۔ میں نے شیخ سے کہا: اے بھائی جان! یہ حدیث کہاں سے پڑھی ہے؟ کہا: یہ حدیث ریاض الصالحین کتاب سے بیان کر رہا ہوں۔ میں نے کہا: آپ کون سی کتاب پڑھتے ہیں؟ کہا: میں امام ذہبی کی کتاب ''الکبائر'' پڑھتا ہوں۔ میں نے انہیں الوداع کہا اور میں فوراً مکتبہ گیا۔ اس وقت اُبھا میں ایک ہی مکتبہ تھا جو کہ ''مکتبۃ التوفیق'' کے نام سے قائم ہے۔ میں نے اس سے کتاب الکبائر اور ریاض الصالحین خریدی، یہ دو وہ کتابیں ہیں جو میں نے سب سے پہلے جمع کی ہیں۔ اب راستے میں گھر جاتے ہوئے میں خیال کر رہا تھا کہ میں اب تک ایک الگ تھلگ راستے پر چلا جا رہا تھا جبکہ اب میرے آگے دو رستے ہیں:

① ایمان کا راستہ جو جنت تک پہنچانے والا ہے۔

② کفر، نفاق اور نافرمانیوں کا راستہ جو دوزخ تک پہنچانے والا ہے۔

اب میں ان دونوں کے درمیان کھڑا ہوں، میں ان میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہوں۔ عقل مجھے پہلا ایمان والا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے اور نفس امارہ برائی کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ آرزو دلاتا ہے کہ تم آغازِ جوانی میں ہی توبہ کر رہے ہو جبکہ درِ توبہ روزِ قیامت تک کھلا ہے۔ اور پھر کبھی بھی توبہ ممکن ہے اس لیے تم بعد میں تم توبہ کر لینا ابھی بڑا وقت پڑا ہے لیکن میں نے پہلا راستہ اپنایا یہ افکار اور وسواس میرے ذہن میں گردش کرتے رہے۔

میں گھر کی طرف رواں دواں تھا۔ میں گھر پہنچا، روزہ افطار کیا، مغرب کی نماز کے بعد نمازِ عشاء بھی ادا کی اور نمازِ تراویح بھی پڑھی۔ مجھے یاد نہیں میں نے اس رات کے علاوہ کبھی مکمل تراویح پڑھی ہوں۔ اس سے پہلے میں دو رکعات پڑھتا تھا اور واپس آ جاتا تھا۔ جب میں باپ کو دیکھتا تو انہیں مطمئن کرنے کے لیے چار رکعات پڑھتا اور پھر واپس آ جاتا

تھا۔

میں نماز تراویح سے فارغ ہوا تو اس کے بعد میں شیخ سلیمان کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مسجد سے نکل رہے ہیں تو میں ان کے ساتھ گھر گیا۔ ہم نے اس رات کتاب الکبائر کے شروع سے چار کبیرہ گناہ پڑھے۔

① کبیرہ گناہ شرک تھا۔

② کبیرہ گناہ جادو تھا۔

③ کبیرہ گناہ جان کو قتل کرنا تھا۔

④ کبیرہ گناہ نماز چھوڑنا تھا۔

سحری سے پہلے ہم نے کتاب کی پڑھائی ختم کی۔ میں نے ساتھی سے کہا: ہم اس بات سے کہاں تھے؟ کہا: یہ اہل علم کی کتب میں سب کچھ موجود ہے مگر ہم بے خبر ہیں۔

میں نے کہا: لوگ بھی بے خبر ہیں، اس لیے ہم ان کے سامنے یہ کتاب ضرور پڑھیں۔ انہوں نے کہا: کون پڑھے گا؟ میں نے ان سے کہا: آپ پڑھو گے۔ کہا: نہیں تم پڑھو گے۔ ہماری بحث جاری رہی کہ کون پڑھے؟ آخر یہی رائے ٹھہری کہ میں پڑھوں گا۔

ہم دفتر آئے، ہم نے چوتھا کبیرہ گناہ کی ریکارڈنگ مکمل کی جو کہ نماز چھوڑنے کی صورت میں ہے۔ اسی ہفتہ کے اندر اندر اور جمعہ کے دن میں مسجد خشع اعلیٰ جو اُبھا کے مرکز دعوت کے پڑوس میں ہے۔ اُبھا میں یا تو یہ مسجد تھی یا پھر بڑی مسجد تھی۔ میں نمازِ جمعہ کے بعد کھڑا ہوا اور میں نے یہ اثر آموز نصیحت انہیں پڑھ کر سنائی جو الحمد للہ میری ہدایت اور دین پر استقامت کا سبب بنی تھی۔ میں اللہ تعالیٰ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بھی اور آپ سب کو بھی اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ وہ سننے والا دعا قبول کرنے والا ہے۔

(ریاضیون یحکون قصصھم، ص: ۱۳، ۱۷)

شراب خانہ خراب کہاں تک لے گئی

نوجوان عبدالعزیز ایک مسلمان معاشرے میں پیدا ہوا، اس کی آنکھوں میں نورِ اسلام کا سرمہ ڈالا گیا تھا۔ مسلمان خاندان میں پروان چڑھا، محبت و الفت نے اسے دامن میں کھلایا تھا۔ یہ پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ میں منسلک ہوا، حتیٰ کہ یونیورسٹی سے فارغ ہوا، اس کے بعد ایک قابل احترام ملازمت پر لگ گیا جو کہ عمدہ آمدنی والی تھی۔ اس کا وقت بڑا ہی قابل قدر اور دوسروں سے احترام والا تھا۔

اسے ایک سفر کی پیشکش کی گئی کہ سیر وتفریح سے دل بہلائے، اس نے اپنے ذہن میں سفر کی لذتوں اور دلچسپیوں کے طرح طرح کے خاکے بٹھا رکھے تھے کہ وہاں یوں ہوگا، یوں ہوگا! اور اسے سامان عیش و مستی کی عجب رنگینیوں کا مجموعہ شمار کیا ہوا تھا۔ بالآخر اس نے اپنی ملازمت سے پندرہ دنوں کی رخصت لی۔

جونہی اس نے ان شہروں میں سے ایک میں قدم رکھا جن کی طرف تفریح کے نظریہ کے مطابق اس نے سفر کیا تھا تو وہاں کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ ایک شیطان نما انسان آیا اور کہنے لگا: اب آپ سفر کی مشقت سے تھکے ہوئے ہیں، آپ کے جسم پر تھکن کے آثار نمایاں ہیں۔ اس مشروب (شراب) کا صرف ایک ہی پیالہ پی لیں آپ کی تمام تھکاوٹیں دور ہوجائیں گی۔ اس کے بعد ایسے نظارے پاؤ گے کبھی زندگی بھر میں میسر نہ آئے ہوں گے۔ اس کی مٹھاس والی باتوں میں بہت تاثیر تھی اور آخر پر کشش ترغیبات و معلومات کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس نے کہا: ''لاؤ ایک جام بھر کے ذرا۔'' عبدالعزیز نے اس جام کو گھونٹ گھونٹ پی لیا۔ اس کے بعد پھر دور جام نوشی جاری ہوگیا۔ وہ پیالے بھر بھر کر پیتا رہا۔ اسے یہ

مشروب بہت فرحت و سرور بخشنے لگا۔ اس نے نماز چھوڑ دی حالانکہ یہ نمازوں کی بہت زیادہ پابندی و حفاظت کرنے والا انسان تھا، اور اب تو ذکر الٰہی سے بھی بے خبر ہو چکا تھا۔ کاش وہ اس سے ہی سبق سیکھ لیتا کہ سر درد، متلی کا آنا اور قے کرنا کا مرحلہ شروع ہو چکا تھا۔ آدھا دن گزرنے کے بعد جب وہ بیدار ہوا تو یہ سب کچھ اسے پیش آیا۔ سر درد اتنا شدید تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب پھٹ جائے گا۔ وہ شراب اور اسے لانے والے کو گالیاں دینے لگا لیکن وہ شیطان جس نے اسے گزشتہ روز غلط راہ پر ڈالا تھا وہ آیا تا کہ اس کی بوجھل اور تکلیف دہ صورت حال کو ہلکی کرے۔ اس سے کہنے لگا:

یہ شراب جو آپ نے پی ہے یہ آپ کی طبیعت کے موافق نہیں۔

عبدالعزیز نے جواب دیا: ہاں، یہ مناسب نہیں، درد اور تکلیف کی شدت سے میرا سر پھٹ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں آپ اس بات کو سر پر سوار نہ کریں، یہ چند دانے لے لیں، ان میں شفا ہے، طبیعت اعتدال پر آ جائے گی، لیکن یہ دوا یہاں ممنوع ہے کسی کو بتانا نہیں۔ اگر پتا چل گیا تو یہ ہوگا وہ ہوگا۔ مگر آپ فکر نہ کریں، میں آپ کا خادم ہوں جو آپ کا مطالبہ ہوگا میں وہی پیش کردوں گا۔ اس عبدالعزیز مسکین نے اسے بھی خریدا، اسے یہ علم نہ تھا کہ اس (نشہ) کی وجہ سے کتنی تھکاوٹیں، غم اور الم ناکیاں جنم لیں گی اور یہ ان کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ ذلت اور عار اس کے علاوہ ہے۔

عبدالعزیز یہ زہر کھاتا رہا۔ اسے اپنے خاندان و برادری کے کسی غم اور خوشی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے محسوس کیا کہ میں جتنی بھی تکلیف برداشت کرلوں اس سے جان چھڑانا ممکن نہیں۔ جس دولت کو کئی برسوں کے بعد کمایا تھا اس کی بڑی مقدار چند دنوں میں ختم ہو رہی تھی اور چھٹیاں جتنی لی تھیں وہ ختم ہو کر دس بارہ دن اوپر ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر کام کا مقابلہ بے بسی اور بے پروائی سے کر رہا تھا۔

وہی شراب فروش اس کے پاس آیا تو عبدالعزیز نے اس سے منشیات طلب کی، خواہ کتنی مقدار میں ہو اور جتنی زیادہ چاہے قیمت ہو۔ مگر شرط یہ تھی کہ وہ اس کی قیمت کی ادائیگی

کا انتظار کرے میں نے اپنے گھر سے رقم منگوائی ہے جونہی وہ آئے گی تو قیمت دے دوں گا لیکن اس جرائم پیشہ بدمعاش نے دانت نکال کر کہا: تم پاگل ہو، تم چاہتے ہو میں بغیر قیمت ہی دے دوں۔ اس نے عبدالعزیز کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں قیمتی گھڑی تھی۔ اس نے وہ گھڑی نصف قیمت پر لے لی۔ جتنی اس نے منشیات دی تھی اس گھڑی کو اس کے عوض لے لیا۔ وہ اسی حالت پر تھا۔ ان شہروں میں بے بسی سے رہ رہا تھا۔ اس کے گھر والوں کی طرف سے ایک خبر بجلی بن کر گری کہ یہ چونکہ ملازمت سے غائب ہے اس لیے اسے ملازمت سے معزول کر دیا گیا ہے۔ یہ صدمہ جو بجلی بن کر عبدالعزیز پر گرا تھا۔ اس سے کچھ افاقہ ہوا تو جلدی سے اپنے گھر کی طرف بھاگا، یہ ذلت، فقر و فاقہ کا دامن تھامے ہوئے تھا۔ جب عبدالعزیز گھر لوٹا تو گھر والے اسے پہچاننے میں دقت محسوس کر رہے تھے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ بدبختی اور افسردگی چھا چکی تھی۔ اس کے بعد عبدالعزیز ٹھپ ہو چکا تھا۔ وہ نوجوان جو معاشرت پسند تھا اور خوشی کا دل دادہ اور زندہ دل انسان تھا یہ وہ جوان رعنا نہ رہا تھا بلکہ مدت ہوئی یہ نماز بھی چھوڑ چکا تھا۔

نصیحت کے کوڑے اسے جگاتے تھے لیکن منشیات کی تاثیر نے اس کے جسم کو کمزور کر دیا تھا اور اس کی عقل اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو یکسر ختم کر دیا تھا۔ اس کی طرف ہر برائی کی نسبت ہو چکی تھی۔ اس کی زندگی دوزخ بن چکی تھی، نہ طاقت تھی نہ علم تھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔ اکثریت بے خبر تھی، بس یہ اپنے اہل و عیال پر ایک بوجھ بن چکا تھا۔

اس نے ارادہ کیا کہ کوئی ملازمت کی تلاش کرے جس سے گزر بسر کر سکے۔ اس نے کچھ رقم ادھار لی اور دوسرے شہر چلا گیا، تاکہ واقفان حال کی نگاہوں سے اوجھل رہے اور وہاں رہے جہاں کوئی اس کے حال پر رحم کرنے والا ہو اور اس پر ترس کھانے والا ہو، اور جو اس سے ٹھٹھا مذاق اور تحقیر و تذلیل کرتے ہیں اور اس کی بدحالی پر خوش ہوتے ہیں، ان سے دور چلا جائے شائد اس طرح اس کی حالت سدھر جائے مگر یہ منشیات کی عادت سے جان نہ چھڑا سکا جو اس کے جسم میں سرایت کر چکی تھی۔ اس شہر میں اس کی ایک شخص سے ملاقات

ہوئی جو اسے اس زہر کی جانب دوبارہ کھینچ لایا۔

ایک دفعہ وہ اسی حال میں تھا کہ ایک دن اس نے اس سے ہیروئن لی جو کہ پہلے نہ مل رہی تھی۔ اس نے پی تو اسے اس وقت ہوش آیا جب یہ جیل میں تھا۔ اسے منشیات کے خلاف سرگرم عمل مسلح فورس نے گرفتار کرلیا تھا۔ اس کے بعد المناکی نے اسے نچوڑ دیا اور قریب اور دور والے تمام رشتہ دار بھاگ گئے، اب کوئی پتا نہ لیتا تھا۔ تکالیف، پریشانیاں، قلق و اضطراب، حیرت و ندامت کے کڑوے گھونٹ بھرتا رہتا۔ گویا کہ یہ مرنے سے قبل ہی موت کی غشی اور شدت کی تکالیف برداشت کررہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا گلا بند ہورہا ہے۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں ہولناکی، المناکی اور مایوسی کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے۔ اسے دو سال قید کا حکم سنایا گیا، جس کا ہر دن ایک سال کا تھا۔

ان سختی کے دنوں میں، قید تنہائی اور غربت کی دیواروں کے پیچھے جب یہ رہ رہا تھا کہ اس کے پاس ایک مذہبی راہنما آیا۔ اس بیرک میں جس میں عبدالعزیز عدالت کے فیصلے کے مطابق قید کی مدت پوری کررہا تھا۔ اس عالم دین نے اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کا ذکر کیا، توبہ کی ضرورت پر زور دیا، اللہ کی طرف رجوع کی ترغیب دلائی اور اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے لیے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ سعادت، راحت اور طمانیت و اطمینان اور سکون قلب فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اس کا ذکر کرنے سے ہی حاصل ہوتے ہے۔

اس گفتگو کے دوران عبدالعزیز ہمہ تن گوش تھا اور اس کا چہرہ خوشی و مسرت سے چمک دمک اٹھا۔ اس کے بعد راہنما نے سورۃ الفرقان کی یہ آیت پڑھی:

﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۶۱)

''بابرکت ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں برج بنائے۔''

یہاں سے لے کر آخر تک آیات پڑھیں، پھر اس کی تفسیر بیان کی۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالعزیز کا دل ان کلمات سے کھول دیا اب یہ خود سے کہہ رہا تھا تمام

تعریفات اس اللہ کے لیے جس نے مجھے توبہ کرنے تک بقید حیات رکھا۔ اس کے بعد غسل کیا اور پاکیزہ لباس زیب تن کیا اور گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (آخری) رسول ہیں اور اس عالم دین کے لیے دعائے خیر کی۔ اس کے بعد پانچ نمازوں کی پابندی شروع کردی۔ قید میں ہر وقت باجماعت نمازیں ادا کرنے لگا اور اس کی عملی حالت بہتر ہوگئی۔

عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے موت کے بعد والے حالات پر غور وفکر کیا۔ میں اپنے انجام کار سے خوفزدہ ہوا اور برے ٹھکانے سے ڈرا۔ میں نے اللہ کی پناہ طلب کی، میں ذلت اور ندامت میں ڈوب کر اپنے رب العزت کی بارگاہ پر دستک دیتا تھا۔ اس سے ہی التماس تھی کہ وہ درگزر کرے، مجھے معاف کردے اور مغفرت سے نوازے۔ میں اس سے پختہ توبہ چاہتا تھا۔ میں اکثر آنسوؤں سے گناہوں کی میل کچیل کو دھوتا تھا۔ میں دلی سکون اور ضمیر کی راحت کا طلب گار تھا۔ اس لیے میں اللہ کی طرف متوجہ ہوکر گڑگڑایا۔ اب عبدالعزیز حفظ القرآن کے اسباق لیتا تھا۔ قید میں اس نے ایک سال میں گیارہ پارے حفظ کر لئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اسے اس راہ پر استقلال و ثابت قدمی دے۔

عبدالعزیز کہتا ہے: اب میں سعادت، طمانیت اور ضمیر کی راحت محسوس کرتا ہوں۔ اس کے باوجود کہ میں قید میں ہوں مگر اللہ کی طرف رجوع کرنے سے مجھے سکون قلب ملا ہے۔

مجھے یقین ہوگیا ہے کہ زندگی ایک دوزخ کی مانند ہے۔ انسان خواہ کتنے بڑے منصب پر ہو، جاہ و جلال والا ہو، اس دوزخ سے اللہ کی طرف رجوع کیے بغیر بچاؤ ممکن نہیں۔ سعادت کی زندگی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صراط مستقیم پر چل کر حاصل ہوتی ہے، اگرچہ قید میں ہو یا سولی پر۔

میں ان چیزوں کے قریب آنے سے بھی تمہیں ڈراتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی

ہیں۔ ان میں نہ لگو، خصوصاً منشیات حاصل کرنے سے بچو۔ اس میں بہت ساری ہلاکتیں ہیں۔ میں ہر ایک نافرمانی کرنے والے کو یا مصیبت زدہ کو یا مشکل میں پھنسے انسان خصوصاً نوجوان کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اہل خیر اور نیک لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرو۔ ان کے پاس بیٹھو۔ بدکاروں، فسق و فجور اور معصیت کا ارتکاب کرنے والوں سے دور رہو ان کو دوست نہ بناؤ۔ میں اللہ تعالیٰ سے نیکی کی توفیق اور درستگی احوال کا سوال کرتا ہوں۔

وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الھاربون من جحیم المخدرات، ص: ۲۷-۳۴)

نیک سہیلی باعث رحمت بن گئی

شیطان ہمیشہ میرے تمام برے اعمال میرے سامنے خوشنما اور دیدہ زیب بنا کر پیش کرتا تھا۔ نافرمانیوں کو میرے لیے دل پسند کر دیتا۔ میں گانے گانے پر فریفتہ تھی، اس کے سوا کچھ نہ سوجھتا تھا۔ والدین کی نافرمانی اور عصیاں پروری مجھے اچھی لگتی تھیں۔ موسیقی کی لت نصیحت آموز باتیں سننے میں رکاوٹ تھی اور میرے دل پر تالا لگ چکا تھا۔ میں تدبیر سے کام نہ لیتی تھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی مخلوقات میں غور و فکر کرتی تھی۔ شیطان نے میرے سر پر غرور و تکبر کا تاج رکھ دیا تھا۔ میرا غرور، تکبر اور خود کو بڑا جبکہ دوسروں کو حقیر سمجھنے نے مجھے دوسری لڑکیوں کے میل جول سے روک رکھا تھا۔ میں صرف اپنی روش پر چلنے والی، انسان نما شیطان لڑکیوں سے ملتی تھی۔

میں نے مسلسل دو برس سے پڑھائی چھوڑ رکھی تھی کیونکہ میں اس میں فیل ہو چکی تھی۔ نافرمانیوں اور معصیتوں کا ارتکاب مدرسے میں میرا ہدف تھا، جو ایک ردی قسم کا ہدف تھا۔ جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں تھے۔ مدرسہ بھی درحقیقت ایک بازار تھا کیونکہ اس میں اکثر بیہودہ کیسٹوں اور تصویروں کا تبادلہ ہوتا تھا، جو میرے اٹیچی میں لباس ہوتا یا ماڈل ہوتے میں انہیں دوسروں کو پیش کرتی، یوں میری زندگی کے دن گزر رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ اس نے مجھے اس ناکام زندگی سے نجات دلائی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میری ایک بہن نے جو کہ شریعت کی پابند تھی، مجھ سے ملاقات کرنے کا اصرار کیا۔ ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قوت کے ساتھ چند ہی کوششوں میں وہ مجھ پر اثرانداز ہوگئی۔ اس کی شریعت کی روشنی میں فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں میں نے ایک

نئی روشن زندگی کا آغاز کیا۔ اب میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے بعد والدہ کی رضا کو سب سے اعلیٰ ہدف قرار دیا تھا، جسے میں ہر حال میں حاصل کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ میں تعلیم کے میدان میں دوبارہ پلٹ آئی اور خوب محنت سے دن رات ترقیاں کرنے لگی، اور علم و معرفت کے سمندروں سے سیراب ہونے لگی۔ میں نے پردہ شروع کردیا اور فضائل کرنے لگی، میں جاہلیت کا بناؤ سنگار اور گانے چھوڑ کر ایمان وتوبہ کی شیرینی کی آمیزش والی میٹھی و شیریں زندگی کے مزے لوٹنے لگی۔ میں نے یتیموں اور لاوارثوں کے آنسو صاف کرکے حقیقی سعادت کے سائے میں زندگی گزارنا شروع کردی اور اب میں کوشش کرتی ہوں کہ غم زدوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلتی دیکھوں؛ یہ رحمت، شفقت اور حق کی مٹھاس ہے جو اب میری زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔ یہاں کوئی حقیر، ذلیل، کمتر اور غریب نہیں، اعلیٰ وہی ہے جو اپنے کردار سیرت اور اعمال میں اعلیٰ ہے۔ دکھیاروں کے دکھوں، مصیبتوں اور تکلیفوں میں کام آکر نیکی و فرحت محسوس کرتا ہے۔ اللہ کے احکام پر دن رات کاربند رہتا ہے وہی اعلیٰ ہے باقی سب کمتر، یہ فیصلہ اب مجھے سمجھ آیا ہے۔

(من شریط العائدات الی اللہ)

خوبصورت آواز کا جادو

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ کوفہ کے ایک علاقے سے گزرے تو دیکھا کہ نوجوان جو کہ فاسق قسم کے تھے، وہ شراب نوشی کر رہے تھے۔ ان میں ایک گانے والا تھا۔ اسے ''زاذان'' کہا جاتا تھا۔ یہ ستار بجاتا اور گانا گاتا تھا۔ اس کی آواز بہت خوب صورت تھی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اسے سنا تو کہا:

یہ آواز کتنی ہی زیادہ خوب صورت ہے۔ کاش کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتی۔ پھر اپنے سر پر چادر لی اور چل دیے۔

زاذان نے ان کی یہ بات سن لی اور پوچھا: یہ کون تھا؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پوچھا: انہوں نے کیا کہا تھا؟ بتایا گیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ آواز کتنی ہی زیادہ دلکش ہے۔ کاش! یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کرتی۔ وہ جوان یہ سن کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جوش میں آ کر ستار زمین پر مار کر توڑ دی، پھر تیزی سے ان کے ساتھ جا ملا اور رومال اپنے گلے میں ڈالا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ انہوں نے اسے گلے لگا لیا اور خود بھی رونے لگے۔ اب دونوں خدا کے حضور رو رہے تھے۔

پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص سے کیوں نہ محبت کروں جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کر لی ہے۔

یہ پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود کا ہی ہو کر رہ گیا۔ قرآن پاک سیکھا اور علم وافر مقدار میں حاصل کیا، حتیٰ کہ امامت کا رتبہ پایا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر سے روایات بیان کیں۔ (کتاب التوابین، ص: ۲۲۲)

اگر موت آ جائے اور سگریٹ میرے منہ میں ہو تو......

احمد بادویلان کہتا ہے:

میں نے سگریٹ نوشی بیس برس پہلے ہی شروع کر دی تھی۔ میں ابھی مڈل میں پڑھتا تھا اور امتحانات کے دن تھے میں اور میرے بعض کلاس فیلو ہمارے گھر کی اوپر والی منزل پر سبق یاد کر رہے تھے۔ ہمیں ایک برا دوست ملا جو سگریٹ کا عادی تھا۔ وہ سرِ عام سگریٹ پیتا تھا اور ہمیں بھی بغیر کسی چیز کی پروا کیے اور بغیر کسی ملامت کے خوف سے سگریٹ نوشی پر آمادہ کرتا تھا۔ اس نے ہمیں فوائد بتاتے ہوئے کہا:

سگریٹ نوشی دانائی اور فہم وفراست کے اضافہ میں معاون ہے۔ یہ میں نے تجربہ کیا ہے اور اس نے ہم سے مطالبہ کیا کہ ہم بھی یہ تجربہ کرلیں، یہ صحیح نہ ہو تو چھوڑ دینا۔ اس کی ترغیب پر ہم تجربہ کرنے لگے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے ایک سگریٹ لگائی اور اسے پیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرا سر تو میرے جسم سے بھی بوجھل ہے اور میرے سامنے موجود چیزیں گھومنے لگی ہیں اور میرے سارے جسم میں فتور سرایت کر گیا ہے۔ میں نے برے ساتھی سے کہا:

یہ کیا ہے جو مجھ پر چھا رہا ہے؟ کہنے لگا: پہلی مرتبہ پی ہے نا اس لیے ایسا ہوا ہے۔ یہ ایک طبعی اثر ہے، دوسری پیو گے تو یہ فتور اور چکر سب ختم ہو جائیں گے، پھر میں نے دوسری، تیسری اور چوتھی سگریٹ پی۔ مجھے اتنی رغبت ہوئی کہ میں فوراً دکان پر گیا اس سے میں نے ایک سگریٹ کی ڈبیہ خریدی۔ یہ سب سے ہلکے درجے کی تھی۔ یہ بہت ہی نقصان رساں تھی لیکن سستی ہونے کی وجہ سے خرید لی۔ اب تو میں نے اپنے جیب خرچ سے کافی ریال مخصوص

کر لیے تھے کہ میں ان سے صرف سگریٹ ہی خریدوں گا۔ میں روزانہ بیس سگریٹ پھونک دیتا تھا۔ جب میں بات کرنے پر آیا ہوں تو اب چھپانا کیا ہے۔

سگریٹ نوشی چھوڑنے کی توفیق نہ ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جب بھی اسے چھوڑنے کی کوشش کرتا تو بڑی بڑی رکاوٹیں میرے سامنے آن کھڑی ہوتیں۔ ایک یہ تھی کہ میں روزانہ دیکھ رہا تھا، معاشرے میں سگریٹ نوشی عام ہو رہی ہے اور میں ابھی صحت مند بھی تھا۔ اس کے نقصانات ظاہر نہ ہو رہے تھے اور مال بھی کثرت سے موجود تھا۔ میں نے اپنے ان ناکام تجربات کے باوجود یہ سوچا کہ اسے اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دوں، اس سے مدد طلب کروں اور اسی پر توکل کروں۔ جیسا کہ میں عنقریب بتاتا ہوں، تجربہ کامیاب تھا۔

ہدایت سے پہلے

ابھی اللہ ذوالفضل نے مجھے سگریٹ نوشی ترک کرنے کی توفیق نہ دی تھی۔ میں جتنی بھی انسانی استطاعت میں ہوسکتی ہے، اتنی تمباکو نوشی کرتا تھا اور بڑی گہری اور للچائی نظروں سے تمباکو نوشی کرتا تھا۔ میں روزانہ چار ڈبیاں پھونک ڈالتا تھا، یعنی اسی (۸۰) سگریٹ پی جاتا تھا۔ میرے منہ میں انگارہ جلتا رہتا تھا۔ صبح جب میں بیدار ہوتا تو یہ شعلہ اٹھتا اور سونے تک جلتا ہی رہتا، بلکہ بعض اوقات میں اس لیے نہیں سوتا تھا تاکہ سگریٹ پھونکوں اور بعد میں لیٹ سوتا۔

وہ کمرہ جس میں میں بیٹھتا، یہ کمرہ گھر کا ہو یا ملازمت والا یا دوستوں کے پاس ہوتا تو میرے اردگرد دھوئیں کا غلاف بادل بن جاتا اور مجھے ہمیشہ فتور، سستی، سیاہ بلغم اور تھکاوٹ سے ہی واسطہ رہتا تھا۔ کوئی علاج مفید نہ تھا۔ ہونٹ سیاہ، آنکھیں سرخ اور چہرہ تیوری زدہ ہی رہتا تھا۔ میں اس مقام تک جا پہنچا تھا کہ ممکن نہ تھا کہ میں کسی بھی طرح اسے فوراً چھوڑ سکوں اور میں نمازیں جلدی جلدی ادا کر لیتا تھا تاکہ تمباکو نوشی کر سکوں، اتنی بھی برداشت نہ تھی۔

رمضان میں میرا ناشتہ، یعنی سحری اور افطاری اکثر سگریٹ سے شروع ہوتے تھے، کھجور بعد میں کھاتا۔ چلتا تو قدم بوجھل ہوتے اور تھوک خشک ہو جاتی۔ میں چائے اور پانی

بڑی کثرت اور لگن سے پیتا تھا۔

میری ایسی حالت پر لوگوں کو ترس آتا تھا۔ دشمن خوش ہوتا تھا نہ ہی دوست، میرے سامنے ہر راستہ بند تھا۔ میں نے اسے چھوڑنے کی بہت کوششیں کیں مگر میں ناکام ہوا۔ میں یہاں تک مایوسی کو چھونے لگا کہ میں اسے چھوڑنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

ایک دن میرے دل میں یہ خیال آیا، یہ تصور ذہن میں ابھرا کہ میری موت آ گئی اور سگریٹ میرے منہ میں ہے، یہ کیا بنا!!؟

مایوسی کے خاتمہ کے لمحات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○﴾ (الزمر : ۳۹/۵۳)

”کہہ دو اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتا ہے وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾

(الکہف : ۱۸/۱۷)

”جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو ہرگز اس کے لیے راہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔“

ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی ایک رات، ۱۴۱۲ھ تھی۔ میں قیام اللیل کر رہا تھا۔ میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا۔ وہ بھی میری طرح تمباکو نوش تھا۔ یہ محلّہ ناصریہ تھا جو کہ ریاض میں ہے۔ وہاں ہم ایک مسجد میں تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد قیام کرنے والے اپنی عادت کے مطابق ذرا آرام کرنے لگے، لوگ پانی پینے یا قہوہ یا چائے پینے کے لیے بیٹھے

کیونکہ وہ مسلسل قیام کرتے رہے تھے۔ میرے دل میں یہ تدبیر آئی کہ میں مسجد سے باہر جاؤں تاکہ سگریٹ پھونک لوں، پھر نماز میں آن ملوں گا، یہی خیال میرے بھائی کے نفس امارہ نے اس کے دل میں بھی ڈالا تھا مگر اس نے مجھ سے کہا:

کیا خیال ہے بجائے اس کے کہ ہم سگریٹ پینے جائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اسے چھوڑنے پر ہماری مدد کرے اور ہم اللہ کی رضا کے لیے اور اس کی سزا کے خوف سے اسے چھوڑ دیں اور اس کی رحمت کا طمع رکھیں۔ آج انتہائی گڑگڑاہٹ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس رات ناکام نہ لوٹائے اور ہمیں ہدایت سے ہمکنار کرے۔

اس کی بات میرے دل میں اتر گئی اور ہم نے قیام جاری رکھا، قیام کے اختتام کے بعد میں اور میرا بھائی باہر نکال دیے گئے کیونکہ ہماری جیبوں میں سگریٹ باقی رہ گئی تھیں۔ باہر آ کر ہم نے انہیں توڑ ڈالا اور مسجد کے سامنے پھینک دیا۔ ہم نے اس مبارک رات یہ عہد کیا کہ آج کے بعد ہم سگریٹ نوشی نہیں کریں گے اور ہم اسے چھوڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ جب بھی ایک کو بے بسی آئے یا نفس ابھارے تو دوسرا اسے روکے گا۔

الحمدللہ! یہ ہماری زندگی کا فیصلہ کن لمحہ تھا۔ اللہ کی توفیق سے ہم اس کے بعد کبھی سگریٹ نوشی کی طرف نہیں بڑھے۔ اب دو برس ہونے کو ہیں میں اور میرے بھائی نے کبھی سگریٹ سلگا کر بھی نہیں دیکھا۔ ہمارے چہرے باصفا ہیں۔ سینہ کی بیماریوں اور اور تھکاوٹ نے ہماری جان چھوڑ دی ہے اور بیس برس سے جو میں عذاب میں پڑا ہوا تھا، اب جا کر یہ تکلیف دہ مرحلہ ختم ہوا ہے۔ ہمارے اس عمل سے ہمارے گھر والے اور احباب گرامی بہت خوش ہیں۔ کاش! ہمارا رب کریم، خالق و مالک اور رازق بھی ہم سے خوش ہو جائے اور ہماری سابقہ کوتاہیوں اور سگریٹ نوشی جیسے حرام کام کے ارتکاب کو معاف کر کے اپنی رضا کا پروانہ عنایت فرما دے!!

تمام تعریفات اس اللہ کیلئے ہیں جس کے فضل و کرم سے ہی نیکیاں تمام ہوتی ہیں۔

(كتاب وهكذا أطفأت السيجارة الأخيرة تبصرف)

گرلز ہاسٹل میں توبہ کے دروازے کھلتے ہیں

وہ انسان کتنا ہی ہلاکت آفرینیوں کا شکار ہے جو اس ناپائیدار زندگی کو بغیر کسی مقصد کے گزارتا ہے، یہ اس کی شقاوت و بدبختی کی انتہا ہے۔ جب انسان ایک جانور کی مانند ہو۔ اس کی فکر کی جولانگاہ صرف یہ ہو کہ کھایا، پیا اور سو گیا، اس زندگی میں اپنے وجود کے راز پر رات کو غور کیے بغیر ہی سو جاتا ہے۔

میری بھی یہی حالت تھی، جبکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے احسان مند نہیں کیا تھا۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تو میں ایک دین پسند گھرانے میں تھی۔ میرے والدین دین پر کاربند تھے اور ہمارے قریبی رشتہ داروں اور تعارف والوں میں یہی میرے والدین ہی اکیلے تھے جو دین و شریعت کے پابند تھے۔

ہمارے بعض رشتہ دار میرے والد صاحب کو ملامت کیا کرتے تھے کہ تم اپنے گھر میں بیرونی رسالے، کھیل کود کے آلات اور فساد پیدا کرنے والے حالات کیوں نہیں آنے دیتے؟ اور انہیں متشدد سخت گیر بنیاد پرست رجعت پسند قرار دیتے تھے لیکن میرے والد صاحب اس کی پروا نہیں کرتے تھے۔

میں اس کے برعکس تھی۔ میں نسلاً اور وراثتاً مسلمان تھی، اس کے باوجود میں دین اور اہل دین سے نفرت رکھتی تھی۔ میں نماز کو پسند نہ کرتی اور میری زندگی کا عرصۂ دراز مڈل سے میٹرک تک ایسے مرحلہ سے گزرا تھا کہ میں نے ایک رکعت بھی نماز پڑھ کر نہیں دیکھی تھی۔ جب میرے والد صاحب مجھ سے پوچھتے کہ بیٹی! نماز پڑھی ہے تو میں جھوٹ اور نفاق سے ہاں کہہ دیتی۔

میری بری سہیلیوں کا میرے پاس بہت آنا جانا تھا اور ان کا میری زندگی کے فساد میں بڑا اور میرے دین سے انحراف میں حصہ تھا۔ انہوں نے بہت گھناؤنا کردار ادا کیا، میں ان سے جو بھی مطالبہ کرتی وہ پورا کرتی تھیں۔ وہ بیرونی رسالے، برے گانے اور بے حیائی سے لبریز سی ڈیز مجھے پہنچاتی تھیں اور میرے والد صاحب کو اس کا علم تک نہ تھا۔ لباس میرا تنگ اور چھوٹا ہوتا تھا۔ پردہ کے معاملہ میں میں سست تھی اور اس سے تنگی محسوس کرتی تھی کیونکہ میں اس کی مشروعیت اور حکمت سے ناآشنا تھی۔

دن گزرتے گئے اور میں اسی حالت پر قائم تھی، حتی کہ میں ہائی سکول کے مرحلہ سے گزر گئی اور جس بستی میں ہم رہتے تھے مجبوراً اسے چھوڑ کر شہر کی طرف سفر کرنا پڑا، تاکہ یونیورسٹی کی تعلیم پوری کرسکوں، یونیورسٹی کے ہاسٹل میں میرا تعارف دوسری سہیلیوں سے ہوا تو میں جن نافرمانیوں پہلے سے ہی میں مگن تھی، اس پر انہوں نے مزید دلیری اور حوصلہ دیا، لیکن دوسری طرف بعض ایسی بہنیں تھیں جو ہمیشہ اصول دین کی پابند تھیں اور اس کے احکام پر کاربند تھیں۔ یہ مجھے ہمیشہ نصیحت کرتی تھیں مگر یہ حکمت اور اچھی نصیحت کا انداز نہ جانتی تھیں۔ میرے اندر ان سے عناد آرائی، برائی، اصرار اور ان سے دوری میں ہی اضافہ ہوا۔

اب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے ہدایت سے ہمکنار کرنے کے آثار پیدا فرمائے تو مجھے دوسرے کمرے میں منتقل ہونے کی توفیق دی اور میں ہاسٹل کے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میری یہ دوست ایماندار اور پاکیزہ بہنیں ثابت ہوئیں۔ ان کے اخلاق بہت عظیم تھے۔ وہ ادب آشنا تھیں۔ نصیحت کرنے اور دعوت کا کام کرنے کا ان کا عمدہ اسلوب تھا۔ یہ بڑے ہی دلکش طریقے سے دعوت ونصیحت پیش کرتی تھیں اور دل خوش کن طریقہ دعوت تھا ان کا۔

کافی دیر سے میں ان کے ساتھ رہ رہی تھی، میں نے ان سے نہ تو بری گفتگو سنی اور نہ ہی ردی بات کی۔ یہ مسکراتے چہرے سے میرا استقبال کرتیں اور جو مجھے ضرورت ہوتی اسے پورا کرنے کے لیے دست تعاون بڑھاتیں۔ ہاں، یہ ضرور تھا کہ جب وہ مجھے دیکھتیں کہ میں

موسیقی اور گانے سننے لگی ہوں تو وہ اپنی بے قراری کا اظہار کرتیں۔ وہ یوں کہ کمرے سے باہر چلی جاتیں اور مجھے کچھ نہ کہتیں۔ اس طرح مجھے انہیں تنگ کرنے پر شرمندگی ہوتی۔

جب وہ نماز سے لوٹتیں تو جو ہاسٹل کی مسجد میں پڑھتی تھیں، تو مجھے کمرہ میں تلاش کرتیں اور میرے نماز میں حاضر نہ ہونے پر بے چینی کا اظہار کرتیں۔ میں نے بھی اس سے اپنے دل میں خجالت و ندامت محسوس کی۔ میں تو بالکل نماز پڑھتی ہی نہیں تھی جماعت کے ساتھ اسے ادا کرنا تو دور کی بات تھی۔

ایک دن میں ہاسٹل کی نگرانی پر ڈیوٹی دے رہی تھی۔ میں اپنے دفتر میں بیٹھی تھی اور ٹیلی ویژن پر گانے سن رہی تھے۔ گانے کی آواز بلند ہوگئی۔ میری ایک سہیلی کمرے میں آئی اور کہا: یہ کیا ہورہا ہے۔ آواز پست رکھو، آپ پر اس وقت ایک ذمہ داری کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ آپ کو دوسروں کے لیے راہنما بننا چاہیے، آپ نمونہ بنیں۔ میں نے اسے صاف کہہ دیا کہ میں گانے سنتی ہوں اور یہ مجھے پسند ہیں۔ اس میری بہن نے میری طرف دیکھا اور کہا: نہ میری بہن! یہ غلط چیز ہے۔ آپ خیر یا اہل خیر کا راستہ اپنائیں یا پھر شر اور اہل شر کا طریقہ اختیار کریں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا سراسر سنگ ہو جا

ایک وقت میں دونوں راستوں پر چلنا ممکن نہیں۔

جب میں خواب غفلت سے بیدار ہوئی، اپنے نفس سے رجوع کیا اور میں وہ زندہ اور اخلاص کے پیکر نمونے اپنے خیال کی دنیا میں پیش کرتی رہی جو اسلام کے ہمنوا ہیں اور اس کی نشر واشاعت میں جدوجہد کرتے ہیں۔ ایسے وسائل اور اسلوب اختیار کرتے ہیں جو پسندیدہ ہیں تاکہ اسلام پھیلے تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی اور میں نے اس کا اعلان بھی کردیا۔ اب میں رشد و ہدایت کی راہ پر لوٹ آئی ہوں۔ الحمدللہ! اللہ کی طرف دعوت دینے والی خاتون ہوں، میں درس اور لیکچر دیتی ہوں۔

میں تاکید کرتی ہوں کہ دعوت کی راہ پر اس کی اہمیت کو لازمی طور پر مدنظر رکھیں۔ اس کی حمایت میں لوگوں کا سامنا کریں۔ اسی طرح میں اپنی تمام اسلامی بہنوں کو خبردار کرتی ہوں کہ یہ بری ہم نشینوں اور سہیلیوں سے اجتناب کریں کیونکہ یہ اکثر انسان کو لے ڈوبتی ہیں۔ واللہ الموفق۔ (موقع الشامسی نت)

ہیجڑا بننے کے خواہشمند کی زندگی میں انقلاب

رجاء بن میسور مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ ہم صالح مُری کی مجلس میں موجود تھے جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے ایک نوجوان سے کہا: اے نوجوان! پڑھو اس نوجوان نے پڑھا:

﴿وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ﴾ (غافر: ۴۰/۱۸)

''اور انہیں قیامت کے دن سے ڈراؤ، جبکہ دل ہنسلوں کو آ گے، غصہ پینے والے ہوں گے، ظالموں کے لیے کوئی دوست نہ ہوگا اور نہ ہی سفارش کرنے والے ہوں گے کہ جن کی بات مانی جائے۔''

صالح نے نوجوان کو قرأت کا حکم دیا اور کہا: ظالم کا دوست یا سفارشی کیسے ہوگا، جبکہ رب العالمین اس سے محاسبہ و پکڑ کر رہا ہے، کوئی اور ہوتا تو دوست یا سفارشی ہوتا۔ واللہ! اگر تم ظالموں اور نافرمانوں کو دیکھ لو...... جب کہ انہیں پابہ زنجیر بیڑیوں میں جکڑ کر دوزخ کی جانب ہانکا جائے گا...... ننگے بدن ہوں گے، ننگے پاؤں ہوں گے...... چہرے سیاہ ہوں گے...... آنکھیں نیلی ہوچکی ہوں گی...... جسم پگھل چکے ہوں گے...... پکاریں گے: ہائے افسوس! ہائے ہلاکت! یہ ہمارے اوپر کیا نازل ہوگیا ہے...... کیا اتر آیا...... ہمیں کہاں لے جایا جارہا ہے...... ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرنے کا ارادہ ہے؟...... فرشتے انہیں آگ کے ہتھوڑوں سے ہانکیں گے...... کبھی وہ چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے...... کبھی کندھوں سے پکڑ کر کھینچے جائیں گے...... اور کبھی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے...... اور ہانکے

جائیں گے...... کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے (رو رو کر اور جل بھن کر کوئلہ بننے کے بعد) آنسو ختم ہو جائیں گے تو وہ خون کے آنسو روئیں گے......بعض چلا رہے ہوں گے...... دل حیرت گاہوں میں اڑ رہے ہوں گے۔

واللہ! اگر تم ان کا یہ منظر دیکھ لو تو یہ ایک ایسا مبہوت کن منظر ہوگا کہ آپ کی نگاہ دیکھنے کا یارا و حوصلہ نہ پائے گی اور آپ کا دل ٹھہر نہ سکے گا اور ہولناک گھبراہٹ کے مقام پر تمہارا قدم قرار نہ پائے گا۔

پھر چیخ چیخ کر رونے لگے: آہ! یہ منظر کتنا برا اور روح فرسا ہے۔ ہائے یہ پلٹنے کی جگہ کتنی ہی مہیب ہے۔ خود بھی روئے لوگ بھی رونے لگے ازد قبیلہ سے ایک نوجوان اٹھا۔ اس میں زنانہ پن کے آثار تھے۔ صالح سے کہنے لگا: اے ابوالبشر! کیا واقعی روزِ قیامت یہ سب کچھ ہوگا!؟

انہوں نے کہا: واللہ! بھتیجے یہ سب ہوگا بلکہ اس سے زیادہ ہی خطرناک ہوگا۔ مجھے تو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے، حتیٰ کہ ان کی آوازیں ختم ہو جائیں گی۔ ایسی صورت باقی رہے گی کہ جس طرح قریب الموت آہیں بھرتا ہے۔ اس نوجوان نے چیخ ماری اور کہا: انا للہ! میں نے تو پوری اپنی زندگی غفلت میں گزار دی، آہ، افسوس! اے میرے رب!...... میں نے تیری اطاعت کیشیوں میں کوتاہی کی۔ ہائے افسوس! میں نے تو زندگی دنیا کے گھر میں برباد کردی اور زاروقطار رونے لگا قبلہ رخ ہوکر کہنے لگا:

اے میرے اللہ!...... آج کے دن میں، میں تجھ سے ایسی توبہ کرتا ہوں جس میں تیرے غیر کی ریاکاری کی ذرہ برابر آمیزش نہیں ہے۔

اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! میرے اندر جو ہے وہ قبول کرلینا اور جو میرے پہلے اعمال ہو چکے ہیں ان سے درگزر کرنا اور میری لغزشوں سے درگزر کرنا اور مجھ پر اور جو میں لے کر حاضر ہوں اس پر رحم کرنا اور اپنے جود و کرم سے مجھ پر مہربانی کرنا اے ارحم الراحمین!

میں نے تیرے لئے، اپنی گردن سے گناہوں کی گرہیں کھول پھینکی ہیں اور میں تیری طرف اپنے تمام اعضا کے ذریعے رجوع کرتا ہوں۔ واللہ سچے دل سے رجوع کرتا ہوں۔ اگر تو نے قبول نہ کیا تو میرے لیے ہلاکت ہے۔

پھر یہ بے ہوش ہوا اور غش کھا کر گر پڑا، اسی طرح گرا پڑا اٹھایا گیا، صالح اور اس کے بھائی کئی دن تک اس کی تیمارداری کرتے رہے، پھر وہ راہی ملک بقاء ہوگیا۔ بے شمار مخلوق حاضر ہوئی، وہ اس پر اشکبار تھی اور اس کے لیے دعا کرتی تھی۔ صالح اپنی مجلس میں اکثر اس نوجوان کا ذکر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے:

میرا باپ قربان ہو، یہ قرآن کا شہید ہے۔ میرا باپ قربان ہو وعظوں اور غموں کا شہید ہے۔

اس نوجوان کو ایک آدمی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: اے نوجوان! تیرا کیا بنا؟ کہنے لگا: مجھے صالح کی مُرّی دعوتی و تربیتی مجلس کی برکت نے ڈھانپ لیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت میں داخل ہوگیا ہوں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

(کتاب التوابین، ص: ۲۶۳۶)

شوبز اور گلوکاری کی دیوانی لڑکی نے جب

تمام آڈیو ویڈیو کیسٹیں چکنا چور کردیں

توبہ کرنے والی لڑکی خود ہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہے:

مجھے فنکاروں اور گلوکاروں کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور یہ لوگ مجھے بہت ہی پسند تھے۔ میں ہر وقت گانے سننے میں لگی رہتی۔ کسی بھی مہم پر ہوں، ساتھ نغموں کی آواز ضرور ہوتی تھی۔ اس کے بغیر تو میں کوئی بھی کام سرانجام نہیں دے سکتی تھی۔ یہ شوق اس قدر تھا کہ میرے معمول کے گھر کے کام کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور برتن دھونا وغیرہ یہ بھی میوزک کے بغیر مکمل نہ ہوتے تھے۔ یہ شوق نغمہ سرائی ان میں بھی رکاوٹ تھا۔

زیادہ تر ایسا ہوا کہ میں مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے گانے سننے کے لیے رات سوتی بھی نہ تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوتا کہ میں ہر اخبار، رسالہ سے تصاویر جمع کرتی اور ہر تصویر والے اداکار یا گلوکار کا نام اپنی ہر کتاب، کاپی یا دیوار پر تحریر کردیتی۔ اتنا زیادہ مجھے جنون تھا شوبز اور شوبز کے لوگوں کی محبت کا۔ میری غفلت دیکھیں! اگر میں اس تصویر والے کو نیند میں دیکھتی تو میں ایسے ردی اور بیہودہ خواب کو کسی کاغذ پر لکھ دیتی اور اسے یاد کرلیتی، کہیں یہ خواب مجھے بھول نہ جائے۔ اس فنکار کی اگر کوئی تحقیر کرتا یا اسے ذلیل کرتا یا برا پیش آتا تو میں رونے لگتی کہ میرے محبوب گلوکار سے ایسا سلوک کیوں کیا گیا ہے، حالانکہ بارہا میرے سامنے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا گیا، اس سے نہ تو میں غمزدہ ہوئی اور نہ ہی روئی۔

میں خواب غفلت میں بے خبر پڑی تھی، اپنے رب کا عذاب بھلا رکھا تھا۔ مگر اب

میری زندگی کا فیصلہ کن لمحہ آ گیا۔ ایک معلّمہ نے جو کہ عالمہ و مبلغہ عورت تھیں، ہمارے سکول میں ایک درس دیا۔ جس میں گانے والوں اور والیوں کے عذاب کا تذکرہ تھا، اور جو گانے سنتا ہے اس کے لیے وعید بھی بیان کی تھی۔ یہ سن کر میرے وجود پر کپکپی طاری ہوگئی اور مجھے سخت خوف آیا۔ جب میں گھر لوٹی تو خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ میں اٹھی اور گانے کی تمام کیسٹیں توڑ ڈالیں۔ شیطان دعوت دے رہا تھا، یہ کتنا نقصان کررہی ہو مگر میں نے اس خیال پر دھیان نہ دیا اور نہ ہی کان لگایا۔ یہ لیکچر میرے اللہ کی طرف لوٹنے اور گانے کی پلیدی سے میرے دل کی صفائی کا باعث بنا۔ میں اپنے رب کی تعریف کرتی ہوں کہ جس نے مجھے اس گناہ عظیم سے نجات دلائی، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ گلوکاروں اور فنکاروں اور دوسرے سننے والوں سب کو ہدایت سے ہمکنار کریں۔

(فتیاتائبات، ابراھیم المحمود، ص: ۳۳، ۳۴)

......پھر میں نے لڑکیوں کو چھیڑنا چھوڑ دیا

اس واقعہ کا راوی کہتا ہے:

میرے کمرے میں مشرقی کونے میں ایک آئینہ رکھا ہوا ہے۔ گرمی کا دن تھا۔ شام کے وقت میں اس کے سامنے کھڑا بالوں میں کنگھی کر رہا تھا اور موسیقی کے گانے، فضا میں خوب شور و غل مچا رہے تھے۔ اچانک میرا دل تیز دھڑکنے لگا مگر مجھے وجہ کا پتا نہ چلا۔ میں اس ٹیپ ریکارڈر کی جانب چلا جو چل رہی تھی۔ میں نے اس انگریزی موسیقی کو بند کیا، جس سے وہ شور برپا تھا کہ مجھے کچھ بھائی نہ دے رہا تھا۔ یہ شور تو بند ہوگیا مگر میرے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ میں روشندان کی جانب بڑھا تاکہ اس سے ہوا حاصل کروں۔ میں نے اپنے اندر ایک عجیب و غریب شور محسوس کیا۔ میں جس کی حقیقت سے ناآشنا ہوں اور سبب سے بے خبر ہوں۔

یہ کیا وجہ تھی کہ میں اتنی زیادہ تیاری کر رہا ہوں، صرف اس لیے کہ بازار میں جاؤں گا تاکہ ادھر ادھر نظروں کے تیر پھینکوں اور لڑکیوں پر آوازیں کسوں۔ میں صحن سے گزرتے ہوئے باہر کے دروازے کی جانب جا رہا تھا تو میں اپنی امی کے قریب سے گزرا۔ میں چند قدم آگے چلا ہی تھا کہ ماں نے آواز دی: احمد! میں نے تجھے گزشتہ روز خواب میں دیکھا ہے۔ ماں یہ کہہ رہی ہے اور میں نے سنی ان سنی کر کے یہی ظاہر کیا کہ میں نے ماں کی آواز نہیں سنی اور چلتا رہا۔ وہ پیچھے آئی اور میرا بازو پکڑ کر کہا: رب کریم کی نازل کردہ شریعت کی بے دردی سے خلاف ورزی کی کوئی حد بھی ہے کہ نہیں؟

احمد! اتنا وقت ضائع کر رہے ہو، تجھے کوئی احساس ہے کہ نہیں ہے؟

جب میری آنکھیں ماں کی آنکھوں سے ملیں تو وہ بے قرار کرنے والی دل کی دھڑکن، پھر شروع ہوگئی مگر میں اسے نظرانداز کرتے ہوئے خاموشی سے دروازہ کی طرف بڑھا اور وہاں سے اپنے دوست کے پاس چلا گیا۔ میں اس کی قیمتی اور شاندار گاڑی پر سوار ہوا تو وہ میری طرف مڑ کر مسکرا کر سلگتے ہوئے سگریٹ کا دھواں میرے چہرہ پر پھینکتے ہوئے کہتا ہے: ہاں بھیا! آج ہمیں کون سے بازار جانا ہے؟ یہ جملہ سن کر میرا جسم لرزنے لگا، یہ جو اس نے بازار کا کہا کہ ہم نے کون سے بازار جانا ہے۔

اور وہ کلمات جو میں نے گزشتہ رات سنے تھے۔ وہ بھی میرے کانوں سے ٹکرا رہے تھے، مجھے سوائے ان حیاتِ نو اچھالنے والے کلمات کی صدائے بازگشت کے اور کوئی چیز سنائی نہیں دے رہی تھی، وہ یہ تھے:

> بھائی! یہ بہت ہی بڑی عیب ناک کرنے والی بات ہے کہ تم اپنی جوانی، زمین میں فساد برپا کرنے اور مسلمانوں کی بیٹیوں کو تنگ کرنے کی کوشش میں ہی ضائع کردو۔ یہ بہت نقصان والی بات ہے اور تم معاشرے کی خرابی میں حصہ دار بن رہے ہو اور تم دشمن کے مقاصد کو مضبوط کر رہے ہو جبکہ تم ہمارے جگر کے ٹکڑے ہو اور ہمارے فرزند ہو۔ بھائی تمہیں (مسلمانوں کی بیٹیوں کو چھیڑتے ہوئے) اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔

یہ الفاظ میری عقل وشعور کے آسمان پر گرجنے والی کڑک بن کر گونج رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ماں کی باتیں بھی اثر کر چکی تھیں اور اس پر یہ بھی ہوا کہ اس آدمی کی صورت جس کا نورِ ایمان سے جگمگاتا چہرہ جو طہارت کا پیکر تھا، وہ بھی میرے خیالات کی دنیا سے جدا نہ ہوتا تھا۔ یہ وہ آدمی تھا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے محکمہ سے وابستہ تھا۔ جس نے میری کلائی تھام لی، جبکہ میں بازاروں میں دیوانہ وار گردش کر رہا تھا اور لڑکیوں کا پیچھا کرتا پھرتا تھا، اوپر درج شدہ کلمات اس نے میرے کانوں میں کہے تھے جو کہ دھمکی اور کرنٹ سے زیادہ مؤثر اور دل میں اترنے والے تھے۔

میں تو ان خیالات کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ میں نے آنکھ کھولی تو میرا دوست اپنے

ہاتھ سے مجھے بلا رہا تھا اور پوچھ رہا تھا: او دوست! کیا بات ہے؟ میں نے اس کی جانب مڑ کر دیکھا اور کہا: کچھ نہیں! بس میں ابھی ابھی گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں وہ کون سی طاقت تھی جس نے میرے دوست کو مجھے گھر لوٹانے کے لیے مجبور کیا۔ بغیر کسی تکرار کے اس نے یہ مطالبہ مان لیا۔ میں گاڑی سے اترا اور گھر کی جانب چل دیا اور دوست کو الوداع بھی نہ کہا۔

میں تعجب کے عالم میں ڈوب کر رہ گیا جب میں نے دیکھا کہ میرا گھر عورتوں اور مردوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں تو حواس قائم نہ رکھ سکا۔ میں چھوٹے بھائی کی جانب بڑھا تو وہ بھی آہیں بھر کر رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے۔ کیوں اتنا رو رہے ہو؟ پھر اس نے کھانسی سی کی اور میری طرف اپنا معصوم سر اٹھایا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں، وہ ہچکیاں لیتے ہوئے کہنے لگا: احمد! امی فوت ہوگئی ہیں۔ انہیں دل کا دورہ پڑا تھا اور وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ یہ سن کر میں نے محسوس کیا۔ آہستہ آہستہ میرا دل رکتا جا رہا ہے اور میں نے تمنا کی کہ کاش! وہی دھڑکن دوبارہ لوٹ آئے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ اس وقت میں نے کہا:

اے پیاری ماں!...... اللہ تجھ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

اس واقعہ کو تین برس بیت چکے ہیں۔ میں اب بھی اسے اپنے آنسوؤں کی لکیروں سے تحریر کر رہا ہوں اور میں اس آدمی کے لیے بار بار دعا گو ہوں اور اس کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے حقیقی مہربانی کا تحفہ دیا اور دل کی اتھاہ گہرائی سے باتیں کی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس وقت سے لے کر آج تک اپنے ہر گناہ اور برائی سے میں تائب ہو چکا ہوں۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ان سیاہ کاریوں سے معافی اور مغفرت کا طلب گار ہوں اور میں اس سے التماس کرتا ہوں کہ وہ قیامت تک مجھے اس نیک راہ پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

(دموع التائبین، ص: ۱۹۷، ۱۸۰)

ٹیلی فون پر زبان کے زنا کی شکار ایک مسلمان

دوشیزہ کے حسرت آمیز آنسو

ٹیلی فون اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے لیکن یہ نعمت دوسروں کے لیے اذیت اور زحمت بن چکی ہے اور یہ آہائے شب سسکیوں کا باعث بن چکی ہے۔ ایک بناوٹی وہم میں پسندیدہ ہے۔ مگر انتہا اس کی فضیحت و رسوائی ہے۔ آیئے! توبہ کرنے والی بہن کی کہانی خود اس کی زبانی سنیں:

ایک نوجوان سے اپنے گھر میں ملاقات کی۔ اس نے نہایت رقت آمیز اور نرم و دھیمے لہجے میں مجھ سے بات کی۔ میں بھی اس سے نرم خوئی سے پیش آئی، پھر تو یہ ہوا کہ اس نے اپنی من موہ لینے والی باتوں سے میری عقل ہی چھین لی۔ فون کی گھنٹی بجنے پر میں بھاگتی ہوئی آتی اور ٹیلی فون کا ریسیور اٹھاتی اور اس کی آواز سننا چاہتی کہ شاید اس کا فون آیا ہو۔ مجھ پر ایک جنون سوار ہو چکا تھا۔ میں ہر وقت اس کے فون کے انتظار میں رہتی۔ اس سے فون پر بات اس وعدہ پر ختم ہوتی کہ کل ضرور بات ہوگی۔ جب کل آتا تو وہ مجھ سے بات کرتا۔

اس طرح ہمارے درمیان باتیں جاری رہتیں، پھر یہ معاملہ محبت میں بدل گیا اور اس کے آگے ایک دوسرے سے میلان تک نوبت پہنچی۔ اب تو ہم ٹیلی فون کے ذریعے ساری ساری رات ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے تھے۔

گزشتہ رات تو اس نے مجھ سے یہ مطالبہ کر دیا کہ میں اس کے ساتھ گھر سے بھاگ

جاؤں، یوں ہم شادی کریں گے، یہ ہمارا پختہ عزم ہے۔ پھر وہ مطالبہ کرنے لگا: ہمیں ایک دوسرے کو آمنے سامنے باہم ملنا چاہیے اور منگنی سے پہلے ہم ایک دوسرے کو ملاقات کر کے دیکھ لیں، اگر ہم آپس میں ایک دوسرے کو پسند آ جائیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو کچھ نہ ہوگا۔

وہ اصرار کرتا رہا تھا کہ علیحدگی میں ہماری ملاقات ہو جبکہ میں ٹال رہی تھی۔ آخر مجھ سے کہنے لگا: ہماری علیحدگی میں ملاقات ضرور ہوگی کیونکہ یہ چیز ہماری شادی میں اتفاق کا باعث ہوگی۔

اس وقت سے میں ہمیشہ کے قلق و اضطراب اور دائمی وہم اور حد درجہ حیرانگی میں مبتلا تھی۔ اپنی اس سے محبت اور اس کی مجھ سے محبت میں اور حیا کی سولی کے درمیان لٹک رہی تھی۔ اچھی عادات و اخلاق بھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس کے ساتھ نکلنے کی کیفیت اور یہ خوف کہ کوئی دیکھ نہ لے، سوہان روح بنے ہوئے تھے اور اس کی محبت کے نشتر نے میرا دل کاٹ دیا تھا۔ مجھ سے یہ بھی برداشت نہ ہوتا تھا کہ میں یہ کلمہ ہی سن سکوں کہ یہ مجھ سے ناراض ہے۔ یہ مسلسل مجھے دیکھنے کا مطالبہ کر رہا تھا جبکہ میں معذرت کر رہی تھی۔ میں ورطۂ حیرت میں ہچکولے کھا رہی تھی، میرے اندر بے چینی چھائی تھی، اس کے باوجود بھی میں زندہ تھی۔ یہ مجھے دلی دائمی بے قراری تھی اور اس سے بھی خوف زدہ تھی کہ کہیں میرے والدین کو اس معاملے کا پتا نہ چل جائے۔ بھائی کا خوف سوار تھا ادھر معاشرے کی نظروں سے بچتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا خوف بھی طاری تھا۔ میں صبح اپنے مدرسے کی ایک معلّمہ کے پاس گئی اور اسے اپنی صورت حال سے آگاہ کیا۔

معلّمہ نے کہا: فکر نہ کرنا، دل کو پُر سکون رکھنا اور اس نے کہا:

پیاری بیٹی! آج کے بعد زیادہ رونا نہیں، معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ باقی رہی رسی، تو وہ بہت دراز ہے جو تمہارے پاس ہے، اس لیے میں آپ کو بھی اور آپ جیسی تمام بیٹیوں کو یاددہانی کرواتی ہوں کہ وہ اس قسم کے لالچی، بھوکے اور عزت تار تار کرنے والے بھیڑیوں سے آگاہ اور دور رہیں، یہ گوشت خور ہوتے ہیں۔ اگر ایک بکری کو ان سے بچانا

ضروری ہے کہ اس کی زندگی کی حفاظت ہو تو آدم کی ہر بیٹی کے لیے ہمیں بہت زیادہ اندیشہ وغم ہونا چاہیے کہ یہ بھیڑیے اس کی عزت وشرافت نہ چھین لیں اس کی عزت تارتار کر کے اسے زندہ چلتی پھرتی لاش میں تبدیل نہ کردیں۔ یہ باپ کی بیٹی سے اس کی جنت نہ چھین کر اسے بدنامی کی آگ میں جلنے سڑنے کے لیے بے یارومددگار نہ چھوڑ دیں۔ یہ اس کی عقل چھین لیں اور جنون کا تحفہ اسے دے دیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اوباش قسم کے لوگ اس قابل بھی نہیں کہ انہیں دیکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کو جو کہ پاک دامنی اور عفت و صیانت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ انہیں یوں مخاطب کرتے ہیں:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(الاحزاب : ۳۳/۳۲)

''بات نرمی نہ کرنا کہ مریض دل کہیں طمع نہ کرے۔''

تو ہماری کیا حالت ہے؟ ہماری عقلیں ماری گئی ہیں، کیا ہمارے دین کا عفت و عصمت کے تحفظ کا مطالبہ بھی ہمارے ذہنوں سے نکل گیا ہے۔ ہماری عقلیں ان پاک دامن ماؤں کی عقلوں کے مقابلہ میں سمندر کے سامنے قطرے کی مانند ہیں۔ اے پیاری بیٹیو! ہم تمہیں خبردار کرتی ہیں، بچ کے رہنا ان بھیڑیوں سے۔

اے بیٹی!...... ذرا تصور کرو، اگر عورت خود کو اس کے سپرد کرتی ہے اور اس کے ساتھ زندگی کی گاڑی میں سوار ہوتی ہے، یعنی اس کی بات مانتی جاتی ہے، ایک مرتبہ، پھر دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ، اس طرح بار بار اس کے ساتھ حیا باختہ ہوتی رہتی ہے۔ تو اسے حیرت کا کتنا وسیع میدان ملے گا، کتنی بے قراری ملے گی، اس کا اس انجام سے نجات پانا کتنا مشکل ہوگا۔ اس کی عزت پامال ہوگی، اس کی بلندی اور کرامت کا تاج زمین بوس ہو جائے گا۔ اس کی نرمی اور اس کی کرتوت کو دیکھیں۔ یہ شیطان نے اس کے لیے خوش نما بنا رکھی ہے۔ اگر اس کے گھر والوں کو علم ہو جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ فوراً قتل...... اس کے سوا اس کے گھر والوں کے پاس اور کوئی حل نہیں۔

اے پیاری بیٹی! ان اوباشوں سے کسی حال میں دھوکہ نہ کھانا، یہ خبیث لوگ ہیں اگر یہ تمہارے سامنے نرم و گرم گفتگو کا اظہار کریں، یہ بھیڑوں کے لباس میں ملبوس ہیں مگر ان کے دل بھیڑیوں کے ہیں۔

اے پیاری بہنو!...... ان کے دل اللہ کے دین کی نگرانی سے خالی ہیں اور یہ خواہش و ہوا پرستی میں شیطان کے چیلے ہیں۔

بہت ساری ایسی جوان لڑکیاں ہیں جنہیں ان کے باپوں نے قتل کیا ہے اور کتنی ہی لڑکیاں ایسی ہیں جنہیں ان کے بھائیوں نے مار ڈالا، اور کتنی ہی لڑکیاں ایسی ہیں جنہیں ان کے قبیلہ والوں نے ختم کر دیا۔ کتنی نوجوان لڑکیاں ایسی ہیں جو پاگل ہوگئیں، عقل کھو بیٹھیں اور یہ نفسیاتی و دماغی بیماریوں میں مبتلا ہوکر صحت کے حصول کے لیے ہسپتالوں کے بیڈوں پر پڑی ہیں اور کتنی ہی خود کو زخمی کرنے والی ہیں، جو ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔ ان سب کا سبب کیا ہے؟ قصور کیا ہے...... غور کریں تو یہی ''ٹیلی فون'' ہی نکلے گا۔ اس نے جلد ہی حرام لذت سے آشنا کیا ہے۔ یہ نوجوان لڑکی یہ حقائق سن کر زار و قطار رو رہی تھی اور اس کے آنسوؤں نے اس کے رخسار تر کر دیے تھے اور کہنے لگی:

اے پیکر شرافت معلّمہ!...... آپ نے مجھے گہری مدہوشی والی نیند سے بیدار کر دیا اور بڑی ہلاکت خیز غفلت سے آگاہ کر دیا...... پھر اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگی:

آہ! اے میرے رب!...... میں تجھ سے معافی مانگتی ہوں، تیری مغفرت طلب کرتی ہوں اور تیری رحمت کی امیدوار ہوں۔

ہائے! اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میری دعا سن لے! یا رب العالمین۔

(ابراھیم الحازمی، ص ۱۹۹، ۲۰۱)

ایک لڑکی نے جب مجھے مسجد میں پہنچا دیا

یہ بھائی اپنی داستانِ توبہ سنا رہا تھا اور ندامت و شرمندگی کے آثار اس کے چہرہ پر نمایاں تھے۔ میں نماز نہیں پڑھا کرتا تھا، نہ ہی میں گناہ کا شعور رکھتا تھا اور نہ ہی مجھے ضمیر کی ملامت کا علم تھا۔ کسی کام کی مجھے فکر نہ تھی۔ اس کے باوجود میں مسلمان تھا۔ بس نام کا مسلمان تھا۔ جب ماہِ رمضان آتا تو میں نماز بھی پڑھتا اور روزہ بھی رکھتا، گویا کہ میں رمضان کی عبادت کرتا تھا، رب کی نہیں، اصل میں میں اس فریضہ کے تقاضوں کو بھول چکا تھا۔ بڑی نشانی دین کی اور دیگر طریقے کچھ یاد نہ تھے، حالانکہ میں مسجد کے پڑوس میں رہتا تھا۔ میرے دل میں کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ میں نماز کیوں نہیں پڑھتا، جب شام ہوتی تو میں برے ساتھیوں کے پاس چلا جاتا تاکہ بیدار رہوں۔ مجھے شادی کی کوئی فکر نہ تھی حالانکہ میری عمر پینتیس (۳۵) برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ میں انتظار میں تھا کہ کوئی ایسی بیوی ملے جو نمازوں کے وقت مسجد جائے، خصوصاً نماز عصر کے لیے جائے اور یہ باپردہ ہو، راستے کے ایک کونے پر حیاداری سے چلے، گویا کہ دیواروں کے ساتھ ہی لگ جائے۔

ایک دن میں نے ایسی صفات کی حامل ایک عورت کو نکاح کی آفر کی مگر اس نے جواب نہ دیا، جب میں نے اسے زیادہ ہی تنگ کر دیا تو اس نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ میرے گھر آؤ جبکہ گھر میں کوئی اور نہ ہو۔ اس نے کہا: مجھے منظور ہے مگر میری ایک شرط ہے۔ جب تم اسے پورا کرو گے تو میں تمہارے گھر میں داخل ہو جاؤں گی۔

میں نے کہا: جو چاہتی ہو مطالبہ کرو، کہنے لگی:

تم ہر نماز چالیس دن مسجد میں پڑھو۔ خصوصاً صبح، عصر، مغرب اور عشاء کی اور عصر کے بعد والے دروس میں شامل ہوا کرو۔ میں نے کہا: یہ تو میں ضرور کروں گا۔ اور اتنی مدت نماز جماعت کے ساتھ پڑھوں گا۔ فوراً میں مسجد میں داخل ہوا، عصر کی نماز پڑھی اور دن شمار کرنے شروع کردیے، امید تھی کہ اس عورت سے ملاقات ہوگی۔ میں مسلسل دروس میں شامل ہوتا تھا۔ دو ہفتوں کے بعد حالت درست ہوگئی۔ میں نے نمازوں اور دروس کے لیے مسجد جانے کو لازم پکڑ لیا کہ توبہ کی رغبت پیدا ہوچکی تھی۔ میں نے دروس سے دینی امور اور یہ سیکھا کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ))

''ہمارے (مسلمانوں) اور ان (کافروں) کے درمیان عہد (فرق) نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا تحقیق اس نے کفر کیا۔''

میں نے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا شروع کردیا اب تک نمازیں ترک کرکے جو مجھ سے کثیر بھلائی رہ گئی تھی، میں نے اس کے ضائع ہونے پر ندامت کا اظہار کیا۔

جب یہ مدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو ایک دن میں مسجد کے راستے میں جارہا تھا۔ اس اللہ کی نیک بندی کا مجھ سے سامنا ہوگیا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگی: تم ابھی تک اپنی رائے یعنی مجھے حاصل کرنے کے مطالبہ پر قائم ہو۔

میں نے کہا: معاذ اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، میں نادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری حالت بدل دی ہے۔ امید ہے جو مجھ سے جلدی میں سرزد ہوا ہے اس پر درگزر کروگی۔

اس نے کہا: اے میرے بھائی! میں نے بھی جب سے آپ سے وعدہ کیا تھا، اس وقت سے آپ کے لیے دعائے ہدایت مانگتی چلی آرہی ہوں، ہر نماز کے بعد تمہارے لیے دعا کرتی ہوں۔

الحمدللہ! تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے ہدایت دی اور خیر کی راہ

پر تجھے رواں دواں کر دیا ہے۔ جب سے مجھے پتا چلا ہے کہ تو نے راہِ حق پالی ہے اور گناہوں سے توبہ کرلی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے لیے دعائے ثبات کررہی ہوں۔

بھائی جان!......صبر کرو، دنیا اس کا سامان ہے جس کا اور کوئی سامان نہیں۔ یہ اس کا سامان ہے جس کا آخرت میں حصہ نہیں۔ پھر جب میں واپس ہوا تو آنسو میری آنکھوں سے گر رہے تھے اور میں سر جھکائے ہوئے چلا جا رہا تھا۔

ایمان کی یہی راہ ہے، یہی خیر کا راستہ ہے، یہی رشد و ہدایت ہے۔ اس عورت نے مجھے وہ کچھ سکھا دیا جو گردش ایام نہ سکھا سکی۔ شاید میرا یہ واقعہ دوسروں کے لیے نصیحت اور عبرت کا باعث بن جائے۔

(دموع النادمات فی قصص التائبات، ص: ۵۴، ۵۵)

آئیڈیل کی تلاش میں ارمانوں کا خون

یہ بہن زمین پر غش کھا کر گر پڑی ہے۔ ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا بلکہ یہ مسلسل دو برس سے جب سے اس کی شادی ہوئی ہے، اس وقت سے سانس کی تنگی کی مسلسل تکلیف برداشت کر رہی ہے۔

لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ یہ ایک اچھا آدمی ہے اور یہ سراپائے خیر ہے، کوئی بات تو یہ کر سکتی ہے کہ اس پر اثر انداز ہو، تا کہ یہ مجھ سے متاثر ہو کر اپنے دینی امور حاصل کر لے اور نماز باجماعت کی حفاظت کرنے لگے، یہ کوتاہی بیوی دور کر سکتی ہے۔

اے میری بیٹی! آپ کی چھوٹی بہن کی آپ سے پہلے شادی کر دی گئی ہے، اس لیے میرے خیال میں یہ خاوند آپ کے لیے زیادہ مناسب ہوگا، مجبوری ہے اور میری ماں نے اسی منگیتر پر اصرار کیا، رشتے کے لیے اس کا انتخاب درست ہے۔ یہ خوشحال بھی ہے اور معروف خاندان سے وابستہ ہے اور اس کی ملازمت بہت اچھی ہے۔ میں نے کہا: ظاہری چمک دمک کی مجھے فکر نہیں، میں تو دین کے متعلق سوال کرتی ہوں کہ میرا خاوند دین اسلام کا حامل و عامل ہو، مجھے اس کی فکر ہے، میں ایک ایسا نیک آدمی چاہتی ہوں جو خیر اور اطاعت الٰہی کے کاموں پر معاون ہو۔ اگر مجھ سے محبت کرے تو مجھے عزت دے اور اگر ناپسند کرے تو مجھے آرام سے آزاد کر دے، پریشان نہ کرے۔ ہم اکثر ایسے واقعات سنتے رہتے ہیں جو اشکبار کر دیتے ہیں کہ بعض خاوند ظلم کرتے ہیں اور ان کی اپنی بیویوں کے ساتھ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کے دین و اخلاق کے معاملہ میں بہت کمزوری اور کمی ہوتی ہے۔ شادی ہوگئی تو اب میں اسے اپنا خواب سنایا کرتی تھی جو مجھے نماز تہجد کے لیے اٹھایا کرتا تھا۔ میں

رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتی اور میرے آنسو گر رہے ہوتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے وہ خاوند دے جو تیری اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں پر مجھ سے تعاون کرے اور میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئیوں والے کام کروں گی۔ اور ہم سیدھے ہوکر اللہ کی جانب متوجہ ہوں اور ہم رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نشانات کے پیچھے چلیں۔ میں خواب دیکھا کرتی تھی وہ آدمی میرا خاوند ہو جو میرے بیٹوں کی تربیت اسلامی طریقہ پر کرے۔ میں دیکھوں گی کہ وہ اور میرے بیٹے مسجد میں جارہے ہیں۔

میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ میرے کانوں میں میرے خاوند کی یہ بات سنوائے کہ وہ مجھ سے روزانہ یہ دریافت کرے کہ کہ تم نے آج کتنا قرآن پاک یاد کیا ہے اور کتنے پارے تلاوت کیئے ہیں؟

میں تو یہ خواب دیکھ رہی تھی کہ میں اپنے بچے کو کعبہ کے سامنے لے کر ٹھہری ہوئی ہوں اور اس کے لیے دعا کررہی ہوں۔ میں خواہش تھی کہ میں بچوں کو کثرت سے جنم دوں کیونکہ فرمان رسول کے مطابق اس میں اجر بہت ہے، اور میں جب دنیا سے جاؤں گی یہ اللہ کی توحید بیان کریں گے اور یوں مجھے اجر ملے گا۔

میں نے اپنے آئیڈیل جیون ساتھی کے لئے ایسے ہی بے شمار خواب دیکھے، اور عرصہ دراز میں ان خوابوں سے خود کو فائدہ پہنچاتی رہی۔ **الحمد للہ علی کل حال**

میں نے اجر اور ثواب کی نیت کی اور میں نے اپنے اس بننے والے خاوند پر صبر کیا کہ وہ جیسا بھی تھا۔ شروع میں تو نماز کے لیے اٹھتا تھا لیکن پھر جوں جوں دن گزرتے جارہے تھے یہ بوجھل وسست ہونا شروع ہوا، میں کہتی تو کہتا:

''تو کیا چاہتی ہے، اللہ غفور الرحیم ہے، میں نماز پڑھ لوں گا، ابھی وقت نہیں ہوا۔''

اس کا یہی جواب ہوتا۔ جب میں اسے نماز باجماعت کی ترغیب دیتی تو فوراً یہ جواب دیتا۔ تاہم اس نے محسوس کیا کہ میرے نیک کاموں کے اصرار پر ہی اس کی حالت بہتر ہوگی یہ کم

از کم اچھی فال تھی جو میں اس کے کردار سے اخذ کرتی۔

میں برے ساتھیوں سے بھی ڈرتی تھی۔ ایک دن اس نے مجھے ان کے متعلق بھی بتادیا تھا۔ میں ڈرتی تھی کہیں اس پر ان کا اثر نہ پڑ جائے۔ میں نے ایک طریقہ سوچا جو میری نصیحت سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوسکتا تھا۔ یہ کہ میں اس کا تعارف کسی نیک نوجوان سے کرادیتی ہوں، یہ ضرور اس سے متاثر ہوگا۔

میری ایک سہیلی کا خاوند بہت عمدہ شخص تھا، پابند شرع اور صالح تھا۔ میں نے جلدی سے فون اٹھایا اور اسے اپنا مقصد بتایا۔ میری اس سوچ کو سہیلی نے خندہ دلی سے قبول کیا اور اپنے خاوند کو اس کام کے لیے دلاسا دیا۔ میں نے خاوند سے کہا: میری سہیلی عنقریب ہمارے ہاں آئے گی اور اس کے ساتھ اس کا خاوند بھی ہوگا......

ایک ہفتہ طویل انتظار کرانے کے بعد میری سہیلی اور اس کا خاوند ہماری ملاقات کے لیے آئے۔ فرحت و مسرت سے میرا دل دھڑک رہا تھا۔ شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل میں اس سہیلی کے نیک خاوند کے دل کی محبت ڈال دے۔ ملاقات کا وقت جتنا طویل ہورہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں اتنی ہی زیادہ تیز ہوتی جارہی تھیں۔

ملاقات کے بعد میں نے سہیلی کو دروازے تک جاکر الوداع کیا اور تیزی سے واپس لوٹی، بیٹھ گئی، میں اپنی انگلیوں کو پوری قوت سے چٹکا رہی تھی۔ میں انتظار میں تھی کہ خاوند کچھ کہے، میں نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: اچھا آدمی تھا، بلند اخلاق کا مالک تھا، لیکن اس نے یہ ظاہر کرنے کی ہمت نہ کی کہ ہم بھی ان کی ملاقات کے لیے جائیں گے کہ جس طرح ہم نے ان سے وعدہ بھی کیا تھا۔

میں نے مختلف وسائل اور طریقے آزمانے کی کوشش کی کہ میں اس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی عادت پر تعاون کروں، اب تو میرا اصرار اور بڑھ گیا تھا جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا، یہ ننھا منا مہمان تنہا میرے لیے کئی راتیں بیدار رہا، جبکہ میرا خاوند اسی دوران اپنے دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتا رہتا تھا اور میں اپنے بیٹے کو لے کر روتی رہتی تھی۔ میں اکثر اس

کی ہدایت کے لیے دعا کرتی تھی۔

اب میں نے یہ تجویز کیا کہ میں رات کی نماز اس کے قریب کمرے میں ادا کروں گی، شاید اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت پر مائل کر دے۔ کبھی یہ بیدار ہوتا اور مجھے دیکھ بھی لیتا تھا کہ میں نماز پڑھ رہی ہوں۔ میں دن میں ملاحظہ کرتی تھی کہ یہ میری لمبی لمبی نمازوں سے متاثر ہوا ہے یا نہیں، ایک دن شام کے وقت اس نے مجھے بتایا کہ میرے کپڑے تیار کرو میں سفر پر جا رہا ہوں، میری ملازمت کا سفر ہے اور مجھے فلاں شہر جانا ہے۔ مجھے اس پر اعتبار نہ تھا، ہوسکتا ہے یہ سفر ہم سے نہ ملنے کا ہو، جانا اس نے کہاں ہے؟ کبھی یہ دل میں آتا شاید کہ یہ ملے گا لیکن اپنے کمرے اور ٹیلیفون کا نمبر نہ دے گا بس جب رابطہ کرے گا تو پتا ہوگا کہ یہ کہاں ہے۔ یہ بھی خیال تھا کہ یہ مجھے بے خبر رکھے گا کہ میں کہاں گیا ہوں۔

لیکن میں ان شاء اللہ ایک مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتی ہوں، میں نے کہا: اس سفر کی مدت میں اس کے لیے خصوصی دعا کرتی رہوں گی۔ اگلے دن اس نے ہم سے رابطہ کیا کہ یہ میرا ٹیلیفون نمبر ہے، الحمد للہ میں نے سکھ کا سانس لیا کہ یہ ملک کے اندر ہی ہے۔

تین دن تک اس کی آواز سنائی نہ دی چوتھے دن اس کی آواز آئی قریب تھا کہ میں پہچان نہ سکوں، غمگین سی آواز تھی، میں نے کہا: کیا ہوا ہے، اتنے رنجیدہ اور غمناک لہجے میں کیوں بول رہے ہیں؟ اس نے کہا ان شاء اللہ میں رات کو واپس آ جاؤں گا۔ اس کے کثرت سے رونے کی وجہ سے میں سو نہ سکی، بتاؤ کیا ہوا ہے، وہ تو بس بچے کی طرح روتا جا رہا تھا، اس کی دیکھا دیکھی میں بھی رو رہی تھی مگر مجھے اس کے رونے کی وجہ معلوم نہ تھی۔ کچھ دیر بعد اس پر طویل خاموشی چھا گئی اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی گر رہی تھی، اس نے آخری آنسو صاف کیا اور کہا: میری ملازمت کا ساتھی مجھے بتانے لگا کہ ہم نے ایک پروجیکٹ کو پورا کرنے کے لیے یہاں تک کا برابر سفر کیا، ہم ایک دوسرے کے قریب واقع کمروں میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ درمیان میں صرف ایک دیوار کا فاصلہ تھا۔

اس شام ہم نے رات کا کھانا ایک ہی دسترخوان پر کھایا، اس کے بعد ہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے، ہم ایک دوسرے کو خوب مذاق کر کے ہنستے ہنساتے رہے۔ ہمیں سونے کی حاجت نہ تھی، ہم شہر کے بازاروں میں تقریباً دو گھنٹے گھومتے رہے، ہم نے رک کر نہ دیکھا تھا اور کوئی غیر محرم عورت ایسی نہ تھی جس سے ہم نے نظر نیچی کی ہو، پھر ہم واپس لوٹے اور علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور پروگرام یہ تھا کہ صبح کام پورا کرنے کے لیے ہم نے دوبارہ یہاں آنا ہے۔

میں گہری نیند سو گیا، ساڑھے سات بجے میں نے نماز فجر پڑھی، میں نے دوست سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا تاکہ اسے جگاؤں، اس نے نہ تو فون ریسیو کیا اور نہ ہی کوئی جواب دیا، میں نے دوبارہ کوشش کی شاید وہ باتھ میں ہو، اس لیے جواب نہیں دے رہا، میں نے دودھ کا ایک کپ لیا اس کے بعد میں نے دوبارہ رابطہ کیا تو جواب نہیں آیا، اب آٹھ بج چکے تھے جو ہمارے جانے کی روٹین تھی۔ ہم لیٹ ہو رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن جواب نہیں ملا، میں نے ہوٹل کے نمبروں پر رابطہ کیا شاید یہاں چلا گیا ہو انہوں نے یہی کہا کہ وہ ابھی اپنے کمرہ میں موجود ہے، مجبوراً ہم نے دروازہ کھولا کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے، ہم خفیہ چابی لائے اور دروازہ کھولنے کے بعد ہم بہت تیزی سے کمرہ میں داخل ہوئے، یہ بڑا خوفناک منظر تھا، یہ سویا ہوا ہے، ہم نے آواز دی: صالح، میں نے دوبارہ آواز دی: اے صالح! میں بلند آواز سے آوازیں دے رہا تھا اور اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا جبکہ وہ مسلسل سویا ہوا ہے، ہمارا یہی خیال تھا لیکن اس نے زبان دانتوں میں کاٹ رکھی تھی، رنگ بدلا ہوا تھا میں نے آواز دی اور زیادہ قریب ہو کر دیکھا تو وہ بے حس و حرکت مرا پڑا تھا۔

(الزمن القادم شیخ عبدالمالك القاسم صفحه ۵۱)